بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترسیل زر اور انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر الفضل

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۰ ماہ امان ۱۳۲۲ ہش - سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی - احباب حضور کی خیریت کے لئے دعا جاری رکھیں ۔

حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءہا کی طبیعت اچھی ہے - البتہ نزلہ کی شکایت ہے - دعائے صحت کی جائے ۔

خاندان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خیر و عافیت ہے - الحمد للہ -

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ناصح بی - اے دو تین ہفتہ کے لئے حیدر آباد گئے ہیں -

جلد ۳۱ | ۱۱ ماہ امان ۱۳۲۲ ہش | ۴ ربیع الاول ۱۳۶۲ ھ | ۱۱ مارچ ۱۹۴۳ء | نمبر ۶۰

روزنامہ الفضل قادیان ——— ۴ ربیع الاول ۱۳۶۲ ھ

ایک با اختیار بادشاہ کی طرح ملکی مصالح قائم رکھنے کا ذمہ وار نبی

——— از ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"پھر مضمون پڑھنے والے نے یہ بیان کیا - کہ قرآن شریف میں لکھا ہے - کہ جو مسلمان نہیں ہوتا - ان کے ساتھ جنگ کرو - مگر ابھی ہم قرآن شریف کی یہ آیت لکھ چکے ہیں - کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے - کہ دین میں جبر نہیں ہے - ہاں بعض آیات قرآن شریف میں ایسی ہیں - کہ جاہل اور متعصب مخالف ان کے معنوں کو بگاڑ کر اعتراض کے طور پر پیش کر دیتے ہیں - جیسا کہ یہ آیت ہے - قاتلوا الذین لا یؤمنون باللّٰہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللّٰہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون ۔ (ترجمہ) وہ اہل کتاب کہ جو نہ خدا کو مانتے ہیں - اور نہ روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور نہ خدا اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں - اور نہ دیانت اور سچائی کی راہ کو اختیار کرتے ہیں - ان سے تم لڑو - یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں ۔

یہ آیات ہیں جن سے نادان لوگ سمجھتے ہیں - کہ یہ جنگ کا حکم مسلمان کرنے کے لئے ہے - لیکن ان آیات کو اخیر تک پڑھ کر دیکھ لو - ان آیات میں مسلمان کرنے کا کہیں بھی حکم نہیں - بلکہ اگر تم ان آیات کو آیت ان عدۃ الشھور تک پڑھو گے - تو تمہیں معلوم ہوگا - کہ یہ ان اہل کتاب کا ذکر ہے - کہ جو کھلے کھلے طور پر جرائم پیشہ ہو گئے تھے - اور عیسائیت اور یہودیت صرف نام کے لئے تھی - اور قرآن کو خدا پر بھی ایمان نہیں رہا تھا - جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ۔ وتری کثیرا منھم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم السحت لبئس ما کانوا یعملون لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون ... قل یا اھل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التورٰۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم (ترجمہ) اور اکثر اہل کتاب کو تو دیکھے گا کہ گناہ کے کاموں کی طرف دوڑتے ہیں - اور حرام کھاتے ہیں - کیا ہی بُرے یہ کام اور بد اعمالیاں ہیں - کہ یہ لوگ کر رہے ہیں - ان کے مشائخ اور علماء کیوں ان بُرے کاموں سے اُن کو منع نہیں کرتے - اور دیکھتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتے اور جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں - اور حرام کھاتے ہیں - پھر بھی چپ رہتے ہیں - پس یہ ان کے علماء بھی بُرے کام کر رہے ہیں - کہ خاموش رہ کر اُن کی بدی میں آپ بھی شریک ہیں - اے پیغمبر! تو یہود اور نصاریٰ کو کہدے - کہ جب تک تم توریت اور انجیل کے احکام پر نہ چلو - اور ایسا ہی اُن دوسری تمام کتابوں پر قائم نہ ہو جاؤ - جو خدا کی طرف سے تمہیں دی گئی ہیں تب تک تمہارا کچھ بھی مذہب نہیں - محض لامذہب ہو کر اپنے نفسوں کی پیروی کر رہے ہو - پس ان آیات سے ظاہر ہے - کہ عرب کے یہود اور عیسائی ایسے بگڑ گئے تھے - اور اس درجہ پر وہ بدچلن ہو گئے تھے - کہ جو کچھ خدا نے ان کی کتابوں میں حرام کیا تھا - یعنی یہ کہ چوری نہ کریں - لوگوں کا ناحق مال نہ کھائیں - ناحق کا خون نہ کریں - جھوٹی گواہی نہ دیں - خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں - یہ تمام ناجائز کام ایسی دلیری سے کرتے تھے - کہ گویا ان بُرے کاموں کو انہوں نے اپنا مذہب قرار دے دیا تھا - جیسا کہ پادری فنڈل صاحب نے بھی اپنی کتاب میزان الحق میں جو اس ملک میں مدت تیس ۳۰ سال سے شائع ہو چکی ہے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ درحقیقت ملک عرب میں جو عیسائی اور یہودی تھے - وہ سخت بدچلن ہو گئے تھے - اور ملک کے لئے اُن کا وجود خطرناک تھا - اور ان کے مفاسد حد سے بڑھ گئے تھے - بعد اس کے وہ پادری اپنی شرارت سے لکھتا ہے - کہ نعوذ باللہ اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی تو نہیں تھے مگر خدا نے اس ملک کے بدچلن یہودیوں اور عیسائیوں کو سزا دینے کے لئے آپ کو غلبہ بخشا - اور خدا نے بطور تنبیہ کے یہ قرین مصلحت قرار دیا - کہ اس طرح پر اُن بدچلن فرقوں کو آئندہ بدچلنیوں اور بد اعمالیوں سے روکا جاوے - یہ وہ گواہی ہے - جو ایک سخت دشمن اسلام کا یعنے پادری فنڈل اپنی کتاب میزان الحق میں دیتا ہے - اور باوجود سخت متعصب ہونے کے اسقدر سچ اس کے منہ سے نکل گیا - کہ اس وقت کے عیسائی اور یہودی سخت بدچلن اور بد اعمال اور جرائم پیشہ تھے - پس ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ امن قائم کرنے کے لئے ایسے جرائم پیشہ لوگوں کا تدارک ضروری تھا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف پیغمبری کا عہدہ رکھتے تھے - بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بادشاہ با اختیار کی طرح ملکی مصالح قائم رکھنے کے ذمہ وار ٹھہرائے گئے تھے - اس صورت میں آپ کا فرض تھا - کہ بحیثیت ایک بادشاہ اور والی ملک کے شریروں اور بدمعاشوں کا تدارک کرتے - اور بندوبست کریں - اور مظلوموں کو جو ان کی شرارتوں سے تباہ ہو گئے تھے - اُن کے پنجہ سے چھوڑا دیں - پس یوں سمجھنا چاہیئے - کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دو عہدے تھے - ایک عہدۂ رسالت کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا تھا - وہ لوگوں کو پہونچا دیتے تھے اور دوسرا عہدہ بادشاہت اور خلافت کا - جس عہدہ کی رُو سے وہ ہر ایک مفسد اور مخل امن کو سزا دے کر امن عامہ کو ملک میں قائم کر دیتے تھے - اور ملک عرب کا اُن دنوں میں یہ حال تھا - کہ ایک طرف تو خود عرب لوگ اکثر لوٹیرے اور قزاق اور طرح طرح کے جرائم کرنے والے تھے - اور دوسری طرف جو اہل کتاب کہلاتے تھے وہ بھی سخت بدچلن تھے - اور ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے تھے - اگر عرب رات کو لوٹتے تھے - تو یہ لوگ دن کو ان غریب لوگوں کی گردن پر چھری پھیرتے تھے پس جبکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملک عرب کی بادشاہی دی - تو بلاشبہ آنجناب کا یہ فرض تھا - کہ بدمعاشوں اور مجرموں اور چوروں اور ڈاکوؤں اور مفسدوں کا بندوبست کریں - اور جو لوگ جرائم سے باز نہیں آتے ان کو سزا دیں - اور ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ بادشاہ کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے - کہ مثلاً اگر کسی بادشاہ کی رعایا پر لوگ ڈاکہ ماریں - اور ان کا مال لوٹ کر لے جائیں یا نقب لگا کر لے جائیں - یا طمع نفسانی سے لوگوں کو قتل کریں تو کیا اس بادشاہ کا فرض نہیں ہوگا - کہ ایسے مفسد لوگوں پر چڑھائی کرے اور ایسے مفسد لوگوں کو قرار واقعی سزا دیکر ملک میں امن قائم کرے سو یہ لڑائی اہل کتاب سے اس وجہ سے نہیں تھی - کہ ان کو مسلمان کیا جائے - بلکہ اس وجہ سے تھی - کہ ان کی شرارتوں سے ملک کو بچایا جائے - اس بات کا قرآن شریف میں بتصریح ذکر ہے - کہ ان کی بدچلنی نہایت درجہ تک پہونچ گئی تھی - چنانچہ ان بدچلنیوں کے بارے میں قرآن شریف میں یہ آیات موجود ہیں -

یاایھا الذین اٰمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (الجزو ۱۰ سورۃ التوبہ) ترجمہ مسلمانو! اہل کتاب کے اکثر عالم اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں یعنی ناجائز طور پر ان کا روپیہ اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح ناجائز طور پر لوگوں کے مال لے کر سونا اور چاندی جمع کر لیتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں کچھ بھی خرچ نہیں کرتے۔ سو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

پھر ایک دوسری جگہ اللہ تعالے اہل کتاب کی بدچلنی کی نسبت خوب وضاحت سے فرماتا ہے۔ اور وہ آیات یہ ہیں ومن اھل الکتاب من ان تامنہ بقنطار یودہ الیک ومنھم من ان تامنہ بدینار لا یودہ الیک الا مادمت علیہ قائما ذالک بانھم قالوا لیس علینا فی الامیین سبیل ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون (الجزو ۳ سورۃ آل عمران) ترجمہ اور اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں۔ کہ اگر ان کے پاس زر نقد کا ایک ڈھیر بھی امانت رکھی جائے۔ تو جب تو مانگے۔ وہ سب مال تیرے حوالہ کریں گے۔ اور بعض اہل کتاب ایسے ہیں۔ کہ اگر ایک اشرفی بھی تو ان کے حوالہ بطور امانت کرے۔ تو وہ کبھی حوالہ نہ کریں گے۔ مگر صرف اس وقت کہ تو ان کے سر پر کھڑا ہوگا۔ یہ بدمعاملگی اس لئے کرتے ہیں۔ کہ وہ کھلے کھلے طور پر کہتے ہیں۔ کہ عرب کے ان پڑھ لوگوں کا حق مار لینے میں ہم سے کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔ اور دیدہ دانستہ خدا پر جھوٹ بولتے ہیں۔

غرض عرب کے مشرکوں کی طرح اس ملک کے اہل کتاب بھی جرائم پیشہ ہو گئے تھے۔ عیسائیوں نے تو کفارہ کے مسئلہ پر زور دے کر اور اس پر بھروسہ کر کے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ ہم پر سب جرائم حلال ہیں۔ اور یہودی کہتے تھے۔ کہ ہم ارتکاب جرائم کی وجہ سے صرف چند روز دوزخ میں پڑیں گے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ جیسا کہ اس بارہ میں اللہ تعالے فرماتا ہے ذالک بانھم قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودات وغرھم فی دینھم ما کانوا یفترون (الجزو ۳ سورۃ آل عمران) (ترجمہ) یہ دلیری اور جرأت اس سے انکو پیدا ہوئی۔ کہ ان کا یہ قول ہے۔ کہ دوزخ کی آگ اگر ہمیں چھوئیگی بھی تو صرف چند روز تک رہے گی۔ اور جو افترا پردازیاں وہ کرتے ہیں۔ انہیں پر مغرور ہو کر ان کے یہ خیالات ہیں پس جب کہ اہل کتاب اور مشرکین عرب نہائت درجہ بدچلن ہو چکے تھے۔ اور بدی کر کے سمجھتے تھے۔ کہ ہم نے نیکی کا کام کیا ہے۔ اور جرائم سے باز نہیں آتے تھے۔ اور امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے۔ تو خدا تعالے نے اپنے نبی کے ہاتھ میں عنان حکومت دیکر ان کے ہاتھ سے غریبوں کو بچانا چاہا۔ اور چونکہ عرب کا ملک مطلق العنان تھا۔ اور وہ لوگ کسی بادشاہ کی حکومت کے ماتحت نہیں تھے اس لئے ہر ایک فرقہ نہائت بے قیدی اور دلیری سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اور چونکہ ان کے لئے کوئی سزا کا قانون نہ تھا اس لئے وہ لوگ روز بروز جرائم میں بڑھتے جاتے تھے۔ پس خدا نے اس ملک پر رحم کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس ملک کے لئے نہ صرف رسول کر کے بھیجا بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی بنا دیا۔ اور قرآن شریف کو ایک ایسے قانون کی طرح مکمل کیا جس میں دیوانی فوجداری مالی سب ہدائتیں ہیں۔ سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بادشاہ ہونیکے تمام فرقوں کے حاکم تھے اور ہر ایک مذہب کے لوگ اپنے مقدمات آپ سے فیصلہ کراتے تھے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا آنجناب کی عدالت میں مقدمہ آیا۔ تو آنجناب نے تحقیقات کے بعد یہودی کو سچا کیا۔ اور مسلمان پر اس کے دعوے کی ڈگری کی۔ پس بعض نادان مخالف جو غور سے قرآن شریف نہیں پڑھتے۔ وہ ہر ایک مقام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے نیچے لے آتے ہیں۔ حالانکہ ایسی سزائیں خلافت یعنی بادشاہت کی

محمد مصطفیٰ ہے مجتبیٰ ہے

(از حضرت میر محمد اسماعیل صاحب)

محمد مصطفیٰ ہے۔ مجتبیٰ ہے ۔۔۔ محمد مہ لقا ہے۔ دلربا ہے
محمد جامع حسن و شمائل ۔۔۔ محمد محسن ارض و سما ہے
کمالات نبوت کا خزانہ ۔۔۔ اگر پوچھو۔ تو ختم الانبیا ہے
شریعت اسکی کامل اور مدلل ۔۔۔ غذا ہے اور دوا اور شفا ہے
مبارک ہے یہ آنحضرت کی امت ۔۔۔ کہ عالم اس کا مثل انبیا ہے
وہ سنگ گوشۂ قصر رسالت ۔۔۔ یہی تورات نے اسکو لکھا ہے
گرا جس پر ہوا وہ چورا چورا ۔۔۔ گرا جو اس پہ۔ خود ٹکڑے ہوا ہے
کہا ہے مسیح ناصری نے ۔۔۔ نزول اس کا نزول کبریا ہے
نہیں دیکھا ہے ان آنکھوں نے اسکو ۔۔۔ مگر دیکھا مثیل مصطفیٰ ہے
مرے تو ظل سے ہی اڑ گئے ہوش ۔۔۔ تو پھر اصلی۔ خدا جانے۔ کہ کیا ہے!
کروں کیا وصف اس شمس الضحیٰ کا ۔۔۔ کہ جس کا چاند یہ بدر الدجیٰ ہے

محمد قاب قوسین محبت ۔۔۔ شفیع وصل انسان و خدا ہے
محمد رحمۃ للعالمین ہے ۔۔۔ عدو تک جسکے احساں سے دبا ہے
محمد حامل توحید باری ۔۔۔ جو عالم کے لئے راز بقا ہے
محمد صاحب اخلاق کامل ۔۔۔ جمالی اور جلالی ایک جا ہے
ہر اک حالت سے گذرا جبکہ وہ خود ۔۔۔ تو ہر اک خلق بھی دکھلا دیا ہے
محمد راز دان علم یزداں ۔۔۔ کہ باطل جس سے سحر فلسفہ ہے
محمد قاسم انعام کوثر ۔۔۔ ہر اک نعمت جہاں بے انتہا ہے

محمد نیر راہ ہدیٰ ہے ۔۔۔ محمد شافع روز جزا ہے
محمد فخر شان آدمیت ۔۔۔ محمد مظہر ذات خدا ہے
محمد باعث تکوین عالم ۔۔۔ جسے لولاک خالق نے کہا ہے
محمد مالک مہر نبوت ۔۔۔ "نبی گر" اس لئے کہنا روا ہے
محمد پیکر عصمت سراسر ۔۔۔ کہ ہر بات اسکی وحیٔ بےخطا ہے

ثنا کیا ہو سکے اس پیشوا کی ۔۔۔ کہ پیرو جس کا محبوب خدا ہے
ہدیٰ اور دین حق کا لیکے ہتھیار ۔۔۔ ہر اک ملت پہ وہ غالب ہوا ہے
علمبردار آئین مساوات ۔۔۔ بڑا احسان دنیا پر کیا ہے
اٹھایا خاک سے روندے ہوؤں کو ۔۔۔ ہر اک جانب سے شور مرحبا ہے
ہوا قرآن اس کے دل پہ نازل ۔۔۔ وہ دل کیا ہے کہ عرش کبریا ہے
وہی زندہ نبی ہے تاقیامت ۔۔۔ کہ لنگر فیض کا جاری سدا ہے
امام سالکان برق رفتار ۔۔۔ کہ سدرہ ایک شب کی منتہیٰ ہے
درندے بن گئے انسان کامل ۔۔۔ اثر صحبت کا خود اک معجزہ ہے
یتیمی سے شہنشاہی پہ پہنچا ۔۔۔ مگر پھر بھی وہی عجز و دعا ہے

غرض سچ مچ محمد ہے محمد ※ جبھی تو چار سو صل علیٰ ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

انسانِ کامل

از حضرت میر محمد اسحاق صاحب

انسانیت کے کمال کا معیار

ہر چیز کے کمال کے لئے ایک معیار ہوتا ہے۔ جس پر پوری اُتر کر وہ چیز کامل کہلاتی ہے۔ توپ کے کمال کا معیار اس کی مار۔ جہاز کے کمال کے لئے اس کی رفتار۔ دریا کے لئے اس کی روانی۔ پہاڑ کے لئے بلندی۔ برف کے لئے ٹھنڈک۔ شہد کے لئے مٹھاس۔ غرض ہر شے کا کمال دوسری شے کے کمال سے جدا الگ اور بالکل ممیز ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے۔ کہ انسان کے کمال کا کیا معیار ہے؟ تو اُسے کہدو۔ کہ انسان عالم موجودات میں خدا کا مظہر اور اس کا خلیفہ ہے اس لئے انسان کے کمال کے لئے خود خدا کی ذات بابرکات معیار ہے۔ یعنی جو شخص جس قدر زیادہ خدا کے رنگ میں رنگین۔ اس کے صبغہ سے مصبوغ۔ اور اس کے اخلاق سے متخلق ہوگا اتنا ہی اُسے کمال سے حصہ ملے گا۔ پس کامل وہ شخص ہے۔ جو کامل طور پر خدا کے رنگ میں رنگین اور اُسی کے اوصاف سے موصوف ہو۔ ہمارے نزدیک ابتداء آفرینش سے آج تک اور آج سے قیامت تک ہر ملک اور ہر قوم میں خدا کے کامل بندے پیدا ہوتے رہے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ یہی لوگ تو دُنیا کی زینت اور انسان کے لئے فخر ہیں یہ نہ ہوں۔ تو حیوانوں کی دُنیا اور انسانوں کی دُنیا میں کیا فرق رہ جائے؟ لیکن کاملوں کا کامل اور اکملوں کا اکمل بلکہ انسانی کمالات کی دُنیا کا شہنشاہ صرف ایک وجود ہے۔ وہ کون؟ وہی جس کے متعلق اس کا سب سے بڑا عاشق کہتا ہے ؎

نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

خدا تعالےٰ کے تمام کمالات کا آئینہ

کیونکہ وُہی ہے۔ جو خدا کے سارے اخلاق سے متخلق اُس کے تمام اوصاف سے متصف اور اس کے تمام کمالات کا آئینہ ہے۔ اور تاریخ اور حدیث کی کتابیں اس کے اُن کمالات سے بھری پڑی ہیں لیکن چونکہ سیرۃ النبیؐ کے اس سال کے پروگرام میں حضور علیہ السلام کی سیرۃ کا وُہی پہلو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو حضور کی جنگوں سے تعلق رکھتا ہو۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ اور خدا کی دی ہوئی توفیق سے کہتا ہوں۔ کہ کوئی انسانی کمال نہیں۔ جو حضور کی جنگوں سے ہم حضور میں نہ دیکھ سکتے ہوں۔ اور کوئی اعلےٰ خلق نہیں۔ جو حضور کے غزوات سے سُورج کی طرح حضور کے وجود میں آب و تاب سے نہ چمکتا ہو۔ اور حضور کی کوئی خوبی و فضیلت نہیں۔ جسے میدانِ جنگ کا شور و شغب مدھم کر سکے۔ یا لڑائی کے میدان کا غبار اُسے دُھندلا کر سکے۔ بلکہ جنگوں نے ہاں خون کے میدانوں ہاں انسانی جان سے ہولی کھیلنے والے معرکوں نے حضور کے رحم آپ کے کرم آپ کی سخاوت۔ آپ کی شجاعت آپ کے استقلال۔ آپ کے توکل۔ آپ کے صبر آپ کے شکر۔ آپ کے زہد۔ آپ کے تدبر اور حسنِ انتظام۔ غرض آپ کے ہر کمال اور آپ کے ہر جوہر کو یُوں چمکایا ہے۔ کہ اس کے سامنے چاند بھی ماند ہے۔ اور سُورج بھی مدھم ہے کونسی جنگ ہے۔ جو حضور کے کمالات کی حامل نہیں؟ کونسا معرکہ ہے۔ جو حضور کے اصلی مقام کو ہمارے سامنے لا کھڑا نہیں کرتا؟ کونسا میدانِ جنگ ہے جس نے حضور کے اخلاقِ فاضلہ پر سے پردہ نہیں اٹھایا؟

اسلام کے لئے یوم فرقان

میں کہتا ہوں۔ کہ سب سے پہلی جنگ جنگ بدر ہے۔ کیا یہ اسلام کے لئے یوم فرقان نہیں؟ کیا کھوٹے اور کھرے کے لئے معیار نہیں؟ کیا اسی نے دُنیا پر ظاہر نہیں کر دیا۔ کہ حضور کا مقام کیا تھا؟ سُنو اس جنگ کے شروع میں جب کفار قریش کے تین بہادروں نے حضور کو آواز دے کر کہا۔ کہ ہمارے مقابلہ کے لئے قریش ہی کے تین شخص بھیجے جائیں۔ حضور نے باوجود اس کے کہ ۳۱۳ مسلمانوں میں سے ہر مسلمان مقابلہ پر جانے کے لئے تڑپ رہا تھا۔ اپنے سب سے قریبی رشتہ دار۔ ہاں اپنا خون اور اپنا گوشت پوست یعنی حمزہ اپنے چچا۔ علی اپنے چچا کے بیٹے اور داماد اور ابو عبیدہ اپنے دوسرے چچا کے بیٹے کو مکہ کے وحشیوں کے سامنے جان دینے اور لینے کے لئے جنگ کی آگ میں جھونک دیا۔ کیا اس سے یہ امر واضح نہیں ہو جاتا۔ کہ حضور اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اور اُس جرنیل کی طرح نہ تھے جو خطرہ کی جگہ نوکروں کو تو بھیجتا ہے۔ مگر اپنے بیٹوں کو خطرہ سے پیچھے رکھتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالےٰ پر ایمان

پھر جب جنگ بدر انفرادی صُورت چھوڑ کر جنگ مغلوبہ کی صُورت اختیار کر گئی۔ تو حضور دونوں فریقوں کو مشغول چھوڑ کر سیدھے اُس جھونپڑی میں پہونچے۔ جو بیت الدعا کے طور پر تیار کی گئی تھی۔ اور اس الحاح اور زاری سے دُعا شروع کی۔ کہ ابوبکر برداشت نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ حضور نے پکار کر کہا۔ کہ اَے میرے خدا اگر تیرا منشاء یہ ہے۔ کہ یہ مٹھی بھر مسلمان اس میدان میں مارے جائیں۔ تو بے شک یہ منشاء پورا ہو۔ مگر یاد رکھ۔ کہ پھر تیرا پوجنے والا اور تیرا نام لیوا اس دُنیا میں کوئی نہ رہے گا۔ حضور یہ فقرہ اتنے الحاح اور ایسی زاری اور ایسے انکسار اور ایسے تضرع سے کہتے تھے۔ کہ حضور کے کندھے سے بار بار چادر زمین پر گر جاتی تھی جسے ابوبکر اٹھا کر کہتے تھے۔ کہ حضور بس کریں۔ حضور اس سے بڑھ کر کیا الحاح ہوگا اور اس سے زیادہ کیا زاری ہوگی؟ اور یہ کہہ کر ابوبکر حضور کو ایک طرح سے کھینچ کر بیت الدعا سے باہر لائے۔ کیا یہ واقعہ حضور کا یہ وصف ظاہر نہیں کرتا۔ کہ حضور کے نزدیک جرنیل ہو کر عین اس وقت کہ جب دونوں فوجیں آپس میں گتھم گتھا اور گڈ مڈ ہو جائیں۔ اپنی فوج کو چھوڑ کر اور اُسے اپنی مدد سے محروم کر کے اس کی نگرانی ترک کر کے دُعا کی کوٹھڑی میں گھس کر اپنے مالک کے حضور تضرع اور زاری میں لگ جانا اسکی یقیناً فتح کا موجب اور نصرت کا باعث ہے۔ کیا اس واقعہ سے حضور کا خدا پر ایمان۔ اُس کی نصرت پر بھروسہ۔ اور اس کی قدرت پر یقین ظاہر نہیں ہوتا؟

پھر حضور بیت الدعا سے باہر آ کر کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھا کر کافروں کے لشکر پر مار کر کہتے ہیں

سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ
بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ
وَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ

یعنی میرا خدا فرماتا ہے۔ کہ اس فوج کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ اور ابھی تھوڑی دیر میں پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑی ہوگی۔ مگر یہیں پر خاتمہ نہ ہو جائے گا بلکہ دُنیا کی طرح آخرت میں بھی ہم اُن پر غالب آئیں گے۔ اللہ اکبر ثم اللہ اکبر۔ کیا یہ واقعہ حضور کے یقین ایمان۔ اعتقاد اور بھروسہ کا آئینہ دار نہیں؟

شفقت۔ رحم اور دشمنوں سے حسن سلوک

پھر جب فتح کے بعد ستر جنگی قیدی پکڑے گئے۔ اور مقام بدر سے مدینہ کی طرف جو کہ تین منزل پر تھا۔ روانگی شروع ہوئی۔ تو حضور علیہ السلام نے صحابہ سے کہا۔ کہ ان قیدیوں کو نہایت آرام سے لے جانا۔ یہ تمہارے مہمان ہیں۔ ان کا نہایت خیال رکھنا۔ چنانچہ جب یہ قیدی اپنے اپنے وقت میں آزاد ہو کر مکہ واپس جاتے ہیں۔ تو اپنے ہم وطنوں سے کہتے ہیں۔ کہ مسلمان کیسے اچھے دُشمن ہیں۔ کہ آپ پیدل چلتے تھے۔ ہمیں سوار کرتے تھے۔ آپ بھوکے رہتے تھے۔ مگر ہمیں کھانا کھلاتے تھے آپ پیاسے رہتے تھے۔ لیکن ہمیں پانی پلاتے تھے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ان کے نبی نے انہیں ہمارے متعلق حسنِ سلوک کی تاکید تھی۔ سبحان اللہ۔ کیا یہ واقعہ حضور کی شفقت۔ رحم اور دشمنوں سے حسنِ سلوک پر سُورج سے زیادہ روشن نہیں؟

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عدل و مساوات

پھر جب ان قیدیوں کو مسجد کے ستونوں سے باندھا گیا۔ تاکہ بھاگ نہ جائیں۔ اور صحابہ نے حضور کے چچا عباس کی مشکیں محض حضور کی خاطر ڈھیلی کر دیں۔ اور حضور کو پتہ لگا۔ تو فوراً باہر نکل کر باقی تمام قیدیوں کی مشکیں بھی ڈھیلی کروا دیں۔ کیا یہ واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدل اور مساوات کا حامل نہیں؟

پھر جب ان جنگی قیدیوں سے فدیہ طلب کیا گیا۔ تو صحابہ نے حضور علیہ السلام کے لحاظ سے چاہا۔ کہ حضرت عباس آپ کے چچا سے فدیہ نہ لیا جائے۔ تو حضور نے فوراً فرمایا۔

لَا تَذَرُوْنَ مِنْهُ دِرْھَمًا
وَلَا دِیْنَارًا

یعنی نہیں نہیں۔ میرے [illegible] ایک دینار یا ایک درہم [illegible]

چنانچہ حضرت عباس اپنی اور اپنے بھتیجے عقیل کی طرف سے پورے آٹھ ہزار درہم دے کر آزاد ہو سکے۔ کیا یہ واقعہ حضور کے بلا رو و رعائت فیصلہ کرنے کی دلیل نہیں؟

خدا تعالےٰ کی راہ میں بے نظیر قربانی

جنگ احد میں آپ کے چچا حمزہ دھوکہ سے قتل کئے گئے۔ ظالموں نے مظلوم شہید کے ناک کان کاٹ لئے۔ ایک دشمن عورت نے کلیجہ نکال کر چبا لیا۔ جنگ کے خاتمہ پر جب میدان جنگ میں حضور نے اپنے چچا کی نعش ایسی حالت میں دیکھی تو فرمایا میرا دل چاہتا ہے۔ کہ میں اپنے اس چچا کو دفن نہ کروں۔ بلکہ اسی جنگل میں رہنے دوں۔ تاکہ جنگل کے درندے اسے کھا جائیں۔ مگر میری پھوپھی یعنی اس کی بہن صفیہ عورت ہے وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکے گی۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ حضور اپنے خدا کو بتانا چاہتے تھے۔ کہ تیری خاطر مال جان اور عزت غرض سب کچھ ہم برباد کرنے کے لئے تیار ہیں۔

عفو کا بلند ترین مقام

جنگ احد میں حضور زخمی ہوئے۔ اور جوں جوں پانی ڈالا جاتا۔ خون زیادہ ہی زیادہ ہوتا جاتا۔ حضور زخم دھوتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

یعنی اے اللہ میری قوم کو معاف کردے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ کہ وہ کیا کر رہے ہیں سبحان اللہ یہ ہے عفو میرے آقا کا۔ یہ ہے اسکی شفقت اور یہ ہے اس رحیم کا رحم

بہادری کی انتہا اور شجاعت کی حد

جنگ حنین میں صحابہ کے پاؤں اکھڑ گئے اور حضور قریباً اکیلے رہ گئے۔ کہ بجائے پیچھے ہٹنے یا دوستوں کے جمع ہونے کے انتظار میں وہیں کھڑا رہنے کے اپنا خچر کو دشمنوں کی صفوں کے اندر لے گئے۔ اور بلند آواز سے پکار کر کہنے لگے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

یعنی اگر میرے ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے ہیں تو کیا ہوا۔ مقابلہ تو تمہارا مجھ سے ہے۔ اور دیکھو میں پیچھے نہیں ہٹا۔ بلکہ میں تمہارے سامنے آگے ہی آگے بڑھ رہا ہوں۔ آؤ اور مجھ سے مقابلہ کر لو۔ کیا یہ بہادری کی انتہاء اور شجاعت کی حد اور دلیری کی سرحد نہیں؟

سخاوت اور جود و کرم

اسی جنگ کے بعد حضور نے مال غنیمت اس طرح تقسیم کیا۔ کہ مکہ کا ایک تجربہ کار سردار کہنے لگا۔ کہ محمد اس طرح خرچ کرتا ہے۔ کہ گویا اس کا خزانہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ کیا یہ سخاوت و کرم اور جود کی انتہائی صورت نہیں؟

ایک جنگ میں حضور ایک درخت کے نیچے دوپہر کے وقت اکیلے سو رہے تھے۔ کہ ایک کافر کو موقعہ مل گیا۔ اور اس نے حضور ہی کی لٹکائی ہوئی تلوار سونت کر اور حضور کو جگا کر کہا۔ کہ بتا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ حضور نے نہائت جلال سے فرمایا

اللّٰہ

یہ سننا تھا کہ اس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر گئی یہ کیوں؟ اس لئے کہ میرا آقا نہائت دلیر نہائت شجاع نہائت بہادر اور اپنی جان کو اپنے بدن میں نہیں۔ بلکہ خدا کے ہاتھ میں سمجھتا تھا

غرض کیا شجاعت کیا سخاوت۔ کیا توکل اور کیا ایمان۔ کیا صبر اور کیا شکر۔ غرض تمام کمالات جن کا حضور مجموعہ تھے۔ وہ ہر وقت حضور سے صادر ہوتے تھے۔ مگر جنگوں لڑائیوں اور محاربات کے میدانوں نے ان کو ایسا نمایاں کر دیا ہے۔ کہ متعصب سے متعصب دشمن بھی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔

اے میرے خدا تو اپنے اس اکمل ترین بندے کے کمالات سے مجھ عاجز کو جو کہ انقص ترین انسان ہے کچھ نہ کچھ بہرہ ور ضرور فرما۔ گو تیرا یہ ناقص بندہ اس کامل بندے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے سے شرماتا ہے کیونکہ ؎

نسبتم بگت کردم وبس منفعلم
زاں کہ نسبت بسگے کوئے تو شد بے ادبی

یعنی حضور کی گلی کا کتا بھی گو ہمارے لئے باعث فخر ہو مگر حضور کی شان اس سے بالا ہے۔ کہ ہم حضور کی گلی کا کتا کہلائیں۔ لیکن پھر بھی مجبور ہو کر اسی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہوں۔ کیونکہ ؎

گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ
ذرۂ آفتاب تاباں نیم

غزواتِ النبیؐ میں اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا ظہور

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل قادیان

(۱) میدانِ جنگ میں ایک ہی کارگر ہتھیار دُعا کا انصرام

غزوۂ بدر کا ہے ذکر رسولِ اکرمؐ
حال یہ تھا کہ نہ تھا جنگ کا ساماں کافی
اور دشمن کے سب افراد تھے ہر طرح سے لیس
ایک اللہ پہ بھروسہ تھا مسلمانوں کو
کی دعا پاک نبیؐ نے کہ یہ چھوٹا سا گروہ[1]
کون پھر تیری عبادت کو بجا لائے گا
دیر تک عجز سے رو رو کے دعا کرتے رہے
بڑھ کے صدیق نے کی عرض یہ کافی ہے حضور
ناگہاں غیب سے نصرت کے فرشتے آ گئے

تین سو تیرہ صحابہ کو چلے کرکے بہم
دبلے پتلے متوکل بہ خدا۔ گنتی کم
اس پہ غرّہ تھا انہیں چار گنے ہاں ہیں ہم
اور ہتھیار دعاؤں کا تو وحدت کا علم
گر فنا ہو گیا یہ گروہ گئے ان سب کے قلم
کس کو اسلام کی توحید کا یوں ہو گا غم
گر گئی نیچے رِدا بے خودی کا تھا عالم
پورا ہو کر رہے گا وعدۂ ربِّ اکرم
ظلمت کفر مٹی۔ نور فشاں بدرِ اتم

(۲) تن تنہا کفار پر حملہ کا اقدام اور اپنی صداقت پر یقین تام

مومنو! یاد کرو واقعۂ یوم حنین
غلطی ہو گئی کچھ لوگوں سے قائم نہ رہے
بھاگے جاتے تھے حواس ایسے پریشان ہوئے
جوش سے اپنی سواری کو بڑھا کر آگے
عبدِ مُطلب کا پسر یعنی ہوں عاجز سا بشر[2]
وحیِ حق سے ہوں مُشرّف کوئی جھوٹا نہیں میں
فتح حاصل ہوئی کفار پہ ہیبت چھائی
یہ شجاعت یہ بسالت یہ نمایاں جرأت

جب ہوا بعض کو یہ فخر بہت سے ہیں ہم
لڑنے والوں کے بری طرح سے اکھڑے جو قدم
سوجھتا بوجھتا کچھ بھی نہ تھا پشتیں ہوئیں خم
تن تنہا کہے جاتے تھے رسولِ اکرمؐ
مگر اک بات ہے اللہ کا نبی ہوں بہرم
سرنگوں ہو گا نہ اسلام کا ہرگز پرچم
مومنوں پر تھا سکینت کا نزول پیہم
دیکھ کر رہ گئے سب دنگ کسانِ عالم

(۳) غلبۂ تام پانے کے بعد اعلان عفو عام

فتح مکہ میں ہوئی کفر نے نیچا دیکھا
لشکر اسلام کا چھایا ہوا تھا چاروں طرف
ہو گیا غلبۂ حق اور زھوقِ الباطل
جب نظر آئی نہ کوئی بھی انہیں جائے پناہ
سر جھکائے ہوئے دربار نبی میں آئے
آپ ہیں صادق و مصدوق کریم ابن کریم
سن کے فرمایا نبیؐ نے کہ خدا کی ہے حمد
جاؤ آزاد ہو تم پر نہیں کوئی الزام[3]
ان قصوروں کو تمہارے کرے اللہ معاف
لاؤ دکھلاؤ کہیں ایسی معافی کی نظیر

گونج اٹھی نغمۂ توحید سے پھر ارض حرم
سب تبہ ہو گیا کفار کا وہ خیل و حشم
بت پرستوں کی مدد کر نہ سکے ان کے صنم
سرکشی جاتی رہی گردنیں سب کی ہوئیں خم
اور کی عرض لجاجت سے کہ اے نیک شیم
سخت نادم ہیں اور آئے ہیں باُمید کرم
کامیابی اسی نے بخشی ہے ورنہ کیا ہم
گرچہ تم لوگوں نے ڈھائے ہیں بہت جور و ستم
رحم کرنے میں وہی پاک ہے بے شک ارحم
دشمنوں سے یہ سلوک۔ آپ کا خلق اعظم

یہ خطا کار گنہ گار بھی بخشا جائے
یعنی اکمل کہ ہے ادنےٰ سا غلام صلعم

---

[1] اللھم ان ھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدًا

[2] انا النبی لا کذب ❊ انا ابن عبد المطلب

[3] لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین اذھبوا فانتم الطلقاء

نظامِ نو کی بنیاد

(از حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب)

جنگ کے بعد کا نظام

پہلی جنگ کے دوران میں بھی فریقین جنگ ایک نئے نظام کا ذکر کیا کرتے تھے۔ پھر ہم نے گزشتہ ۲۵ سال میں دیکھ لیا۔ کہ وہ صرف ایک بہانہ تھا۔ اب پھر اس کا بہت ذکر ہو رہا ہے۔ لیکن آخر یہی ثابت ہوگا۔ کہ نظامِ نو کے معنے یہ ہیں۔ کہ شکست خوردہ دشمن کو کس طرح ہمیشہ ہمیش کے لئے بے کار بنا دیا جائے۔ اور اپنے مفاد کی کس طرح بیش از بیش مضبوطی کر لی جائے۔ اور کس طرح جنگ کے اثرات اور صدمات کو زائل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ خوشی عیاشی اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا جائے۔ بس یہ ہے وہ نظام نو جس کی ہمیں اس جنگ کے بعد انتظار کرنی چاہیئے۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ نظام نو بھی زیادہ دیر تک چل نہیں سکے گا۔ کیونکہ اس کے پیچھے خدائی تائید اور الٰہی نصرت اور مخلوق کا حقیقی فائدہ موجود نہیں ہے۔

اسلام کا بابرکت نظام

برخلاف اس کے ہم جو احمدی جماعت کے لوگ ہیں۔ وہ بھی ایک نظام نو کے منتظر ہیں۔ اور اس تاریخ سے منتظر ہیں۔ جب نومبر ۱۸۹۱ء میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مسیح پاک کی زبان سے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں"۔ پھر اسی کشف میں حضور نے ارادہ الٰہی سے اس نئے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر منشائے حق کے مطابق اس کی ترتیب اور تفریق کی۔ پھر آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ پھر فرمایا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے"۔ (تفصیل کے لئے دیکھو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ تا صفحہ ۵۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ الٰہی منشا بھی ایک نئے نظام کے قیام کا ہے۔ اور وہ نیا نظام مقامی اور ملکی یا قومی نہیں ہوگا۔ بلکہ سارے عالم کے لئے ہوگا۔ اور ضروری ہے کہ پرانے تمام نظام توڑے جائیں۔ تاکہ یہ بابرکت نظام اس آخری زمانہ میں دنیا کی سرسبزی اور شادابی کے لئے قائم کیا جائے۔ اس نئے نظام کا تفصیلی ذکر کرنے کا یہاں موقعہ نہیں نہ ضرورت ہے کیونکہ وہ پہلے ہی ۱۳ سو سال سے دنیا میں موجود اور محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اس کی برکتوں کا پہلے بھی یہ دنیا تجربہ کر چکی ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھا چکی ہے۔ وہ کوئی نیا نظام نہیں بلکہ اس کا ایک حصہ نیا ہے۔ یعنی نظام کا خاکہ اور ڈھانچہ تو پورا موجود ہے۔ لیکن ایک چیز اور صرف ایک چیز کی کسر ہے اور اس چیز کا نام ہے بنیاد نظام نو۔ کیا کوئی مسلمان قرآن مجید کی موجودگی اور اسلام کی کامل شریعت کے ہوتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ان کے بعد کوئی اور نیا نظام بھی آسکتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے۔ تو نہ آنحضرت خاتم النبیین ٹھہر سکتے ہیں نہ قرآن مجید کامل کتاب اور نہ شریعت اسلامیہ مکمل شریعت۔ پس اگر نظامِ نو کوئی نئی چیز ہے۔ تو اسلام اور قرآن کو تو جواب ہے۔ لیکن اگر قرآن۔ اسلام اور آنحضرت صلعم دائمی اور رہتی دنیا تک کی چیزیں ہیں۔ تو پھر نظامِ نو کے معنوں پر ہمیں غور کرنا پڑے گا۔ اور میں غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس نظام نو کے لفظ کا صرف اتنا مطلب ہے۔ ہم اسی قرآنی حکومت کو دنیا میں پھر قائم کریں گے جو قرن اول میں تھی۔ اور اسی شریعت کو پھر نافذ کریں گے۔ جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں چلتی تھی۔ اور اسی نظام کو پھر زندہ کرینگے جو اتیٰ امر اللہ فلا تستعجلوہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور وہی احیائے دین اور اقامۃ شریعت کا نظارہ اس دنیا کو پھر دکھائینگے جو حضور علیہ السلام کی معرفت پورا ہونا مقدر ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ہاں اب صرف یہ معلوم کرنا باقی رہ گیا ہے۔ کہ پھر اسے نظامِ نو یا نئے آسمان اور نئی زمین کا نام کیوں دیا گیا ہے۔ اور کونسی چیز نئی پیدا ہوگی جو پہلے نہیں تھی۔ کیونکہ شریعت کا نظام تو پورا اور مکمل ساڑھے تیرہ سو سال سے موجود ہے۔ یعنی محل اور قصر شریعت تو بنا بنایا تیار ہے۔ پھر وہ نئی بات کیا ہے جس کا ہمیں انتظار ہے۔ اور جس کے لئے اس وقت تمام عالم بے تاب اور بے قرار نظر آتا ہے۔

پس جب نظامِ نو کا مصالحہ سامنے ہے اور اس کا میٹریل موجود ہے۔ یعنی شریعت غرائے اسلامیہ اور قرآنی ہدایات تمام تر محفوظ و مصئون ہیں۔ تو وہ کیا کمی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ پرانا نظام نیا ہو جائے گا۔ یا نیا کہلانے کا مستحق ہوگا؟ کیونکہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کہ کوئی مسلمان بھی کسی نئی شریعت نئی حکومت یا نئی ہدایت کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور تجربتہً اور عقلاً خود ہم پر بھی واضح ہو چکا ہے۔ کہ اسلامی اور قرآنی شریعت اور نظام کے آگے اور اس کے مقابل میں خواہ کوئی نظام بھی ہو۔ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس صورت حالات میں ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ جب نظام تمہارے پاس موجود ہے۔ تو اسے قائم کر دو۔ دیر کیا ہے اور انتظار کس بات کا؟ یہ سوال نہایت معقول ہے۔ لیکن ہم بھی اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس ایک کامل نظام ایک بہترین نظام ایک دائمی نظام واقعی موجود تو ہے۔ لیکن افسوس ہمارے پاس اس کی بنیاد موجود نہیں۔ جس پر وہ کھڑا کیا جا سکے بس اس بنیاد کا تیار کرنا ہی ایسا اہم کام ہے۔ جس کی وجہ سے ہم اسے ایک نظامِ نو کہہ سکتے ہیں۔ پرانی بنیاد پھٹ گئی۔ خراب ہو گئی۔ نرم ہو گئی۔ ضائع ہو گئی۔ اب اوپر کا محل اور قصر گرا ہوا اوندھا ہو رہے کار پڑا ہے۔ جب تک اسے نئے سرے سے ایک نئی اور مضبوط بنیاد پر نہ رکھا جائے۔ اس کی کوئی حیثیت اور کوئی اہمیت نہیں۔ وہ قابل درآمد نہیں۔ اور اس سے کوئی بھی فائدہ اٹھایا نہیں جا سکتا۔

پس یہ وہ بنیاد ہے۔ یہ وہ پرانے نظام کے لئے نئی بنیاد یا بلفظ دیگر نظامِ نو کی بنیاد ہے۔ جس کی تعمیر کی فکر میں جماعت احمدیہ لگی ہوئی ہے۔ اور جس کے درست ہوتے ہی پھر وہی اگلا نظام ایک نئی شان اور ایک نئی شوکت کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اور پھر جب تک وہ بنیاد قائم رہے گی۔ تب تک وہ بھی اپنا کمال اور رونق دکھاتا رہے گا۔ پہلی دفعہ جب یہ نظام قائم ہوا۔ تو ایک مدت چل کر پھر اس کی بنیادوں میں پانی مرنا شروع ہو گیا۔ چوہوں اور نیولوں نے بل بنا کر اسے کھوکھلا کر دیا۔ اور یہ بنیاد اسی طرح شق اور خراب سوتی چلی گئی۔ یہاں تک وہ قصر ریں متزلزل ہو کر جھک گیا۔ لیٹ گیا۔ نکما ہو گیا۔ اور قوموں کی جائے پناہ اور آرامگاہ نہ رہ سکا۔ اب جو نئی بنیاد دی جا رہی ہے۔ اس میں یہ خیال بھی رکھا جائے گا۔ کہ پھر ویسی باتیں اور وہ نقائص پیدا نہ ہونے پائیں۔ اور انشاء اللہ اب ایسا ہی ہوگا۔

نظامِ نو کی بنیاد

اس مضمون کا ہیڈنگ "نظامِ نو کی بنیاد" ہے۔ جو خراب ہو چکی تھی۔ اور اب پھر اس کی تعمیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع کی۔ اور ان کی خلافت اور جماعت اس کی تکمیل میں مصروف ہے۔ آپ اس وقت ہمہ تن یہ معلوم کرنے کے مشتاق ہوں گے۔ کہ وہ بنیاد کیا ہے۔ اور اس سے مراد کیا ہے۔ اول تو آپ مضمون کی رفتار سے خود ہی سمجھ گئے ہوں۔ اور اگر نہ سمجھے ہوں۔ تو میں ایک فقرہ میں اپنا مطلب عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ نظامِ نو کی بنیاد سے مراد ہے "راستباز متقی انسانوں کی ایک ایسی مقدس جماعت جن کے دلوں دماغوں جانوں اور جسموں پر مبارک شریعت غرائے اسلامیہ کو کھڑا کیا جا سکے اور جسے کوئی زلزلہ کوئی پانی کوئی جانور کوئی بوسیدگی اور کوئی حملہ دشمن کا کمزور نہ کر سکے"۔ یہ ہے چند مختصر الفاظ میں اس بنیاد کی حقیقت جسے قرآن مجید نے نحملها الانسان کے دو پیارے مگر آتھاہ لفظوں میں بیان کر دیا ہے۔ جس کی تعریف کانھم بنیان مرصوص کے الفاظ خداوندی میں کی گئی ہے۔ اور جسے عرفا ہم بھی ہمیشہ "حاملان شرع متین" کی اصطلاح سے اپنی تحریر اور تقریر میں بولتے اور لکھتے رہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ نظامِ نو کی بنیاد جماعت احمدیہ اور صرف جماعت احمدیہ ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اور بغیر اس جماعت کی موجودگی کے نظام نو اور کسی بنیاد پر رکھا نہیں جا سکتا اور نہ اس کا کوئی اور قائمقام یہ کام دے سکتا ہے۔

بنیاد کی تعمیر کے لئے تین ضروری چیزیں

لیکن نظامِ نو جو دنیا کو مصائب و آلام سے نجات دلانے والا ہو۔ وہ چونکہ تمام جہان کے لئے ہے۔ اس لئے

اس کی بنیاد بھی اسی کے مطابق وسیع اور عظیم الشان ہونی چاہیئے۔ نیز اگر کسی بنیاد میں بجائے پختہ عمدہ کنکریٹ کے کچی پکی اینٹیں بھر دی جائیں۔ تب بھی وُہ مکان مضبوط اور قائم نہیں رہ سکتا۔ بلکہ جلدی تنزل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دُنیا کی دیگر تعمیروں کی طرح اس بنیاد کے لئے بھی تین چیزیں ضروری ہیں جب تک وُہ مُہیّا نہ ہوں گی۔ تب تک نظام نو تمام دُنیا کے لئے کار آمد اور مفید نہیں ہو سکتا۔ اور وُہ تین چیزیں یہ ہیں:۔

(۱) ایمان۔ یقین اور تقوی اللہ۔ (۲) ایسے لوگ جو ان صفات سے بکمال متصف ہوں۔ (۳) نہ صرف کچھ لوگ ایسے ہوں۔ بلکہ جہاں جہاں اور جس جس ملک یا رُوئے زمین پر یہ نظام پھیلتا جائے۔ وہاں ان کی مستقل میجارٹی یعنی اکثریت رہے۔ اور بڑھتی چلی جائے ؛

ایمان۔ یقین۔ اور تقوٰے

یاد رکھیں۔ کہ اگر پہلی چیز نہ ہوگی۔ تو پھر یہ عمارت کھڑی ہی نہیں ہو سکتی۔ انہی چیزوں کا فقدان تھا۔ جو اللہ تعالےٰ کو ایک نبی بھیجنے کی ضرورت پیش آئی۔ دُنیا میں کوئی الٰہی نظام بغیر ایک عظیم الشان نبی کے قائم نہیں ہو سکتا نہ کبھی ہُوا ہے۔ تمام مذاہب باطل ہو گئے تمام فرقے امت محمدیہ کے کھوکھلے اور بے برکت ہو گئے۔ ایمان ثریا پر چلا گیا۔ اور تقوٰے زیر زمین۔ کہیں روشنی نہ رہی۔ نظام شریعت کی جگہ رسم و رواج اور کتاب الحیل نے لے لی۔ تب خدا تعالےٰ نے نئی زمین اور نئے آسمان بنانے کا ارادہ کیا اور مُردوں کو زندہ کرنے کے لئے ایمان اور تقوٰی دے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تاکہ وُہ ان کی تخم ریزی افراد میں کر کے ایک جماعت قائم کریں۔ جو دُنیا کے روحانی نظام نو کی حامل بن سکے۔ سو اے بھائیو! وُہ تم ہو۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ؛

خلافت کی برکات

مگر ایک نظام کے لئے یہ ضروری اور لابدی ہے۔ بلکہ پہلی ضرورت اس کی یہ ہے۔ کہ اس کا ایک چلانے والا ہر وقت موجود ہو۔ پس نبی کی وفات کے بعد سلسلہ خلافت جاری ہُوا۔ اور جب تک یہ خلافت زندہ رہے گی۔ یہ نظام بھی زندہ رہے گا۔ کیونکہ ان مومن متقی لوگوں کا نگہبان خلیفہ ہی ہوتا ہے۔ ورنہ لوگ پراگندہ بھیڑوں کی طرح منتشر ہو کر بھیڑیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پس ضروری ہے۔ کہ ہم نہ صرف متقی۔ مومن ہوں۔ بلکہ مطیع خلافت بھی ہوں۔ اور اپنے ایمان اور یقین اور تقوٰے میں ہمیشہ ترقی کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔

مستقل میجارٹی کی اہمیت

تیسری بات یعنی اکثریت اس لئے ضروری ہے۔ کہ اگر بالفرض یہ جماعت ایک صوبہ یا ایک ملک تک ہی محدود رہے۔ تب تمام دُنیا کے وسیع علاقے میں یہ اپنا نظام قائم نہیں کر سکتی۔ یا بالفرض ہر ملک میں کچھ احمدی پائے جائیں۔ مگر ان کی اکثریت نہ ہو۔ تب بھی غلبہ کفر کا باقی رہیگا اور نظام شریعت کا نفاذ اور اس پر عمل محال ہو جائے گا۔ پس نیا آسمان اور نئی زمین بنانے کے لئے یہ ضرورت ہے۔ کہ یہ جماعت ہر ملک اور ہر خطۂ زمین میں اس قدر بڑھ جائے۔ کہ دوسرے لوگ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف ساںسی اور خانہ بدوش اقوام کی طرح رہ جائیں۔ اگر یہ اکثریت ہم پیدا نہ کر سکے۔ تو گو ایک محدود علاقے میں نئے نظام کو صرف ایک نا تمام حد تک چلانے میں کامیاب بھی ہو جائیں۔ تب بھی یہ نظام آفاق پر چھا نہیں سکے گا ؛

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ کہ خود کو ایمان و یقین و تقوٰی اور خشیۃ اللہ سے بھر لو۔ پھر اپنی تعداد میں اضافہ کرتے جاؤ۔ اور جس قدر بھی نظام چل سکتا ہے۔ اسے خلافت کے ماتحت چلاتے جاؤ۔ اور بڑھاتے جاؤ۔ اور ساتھ ساتھ ہر ملک ہر براعظم اور ہر دُنیا کے حصہ پر چھا جانے کی کوشش کرتے رہو۔ یہاں تک کہ آخر کار وُہ مبارک نظام۔ وہ امر اللہ جس کا خدا نے تم سے وعدہ کیا ہے قائم ہو جائے۔ اور دُنیا کے دُکھ۔ درد مٹ کر انصاف عدل۔ خدا ترسی اور محبت کا دَور دورہ تا قیامت چلتا رہے۔ اگر تمام دُنیا بھی کہنے کو ظاہری طور پر احمدی ہو جائے۔ اور ان میں خدا ترسی۔ خدا شناسی اور ایمان نہ ہو۔ تو ایسے لوگ ہرگز کوئی نظام الٰہی نہیں چلا سکیں گے۔ اگر وُہ خود میجارٹی یا اقلیت میں ہوں گے۔ تب بھی یہی نتیجہ ہوگا۔

پس ساری شرائط کو پورا کرو۔ تاکہ وُہ نظام جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور پورے طور پر وُہ قرآن مجید احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود میں موجود ہے۔ اور کچھ حصہ اس کا اس وقت تمہاری اپنی جماعت میں بھی نظر آتا ہے۔ وُہ مکمل ہو کر خدا کی بادشاہت اسی طرح اس زمین پر بھی جلوہ گر ہو جس طرح وہ آسمانوں پر ہے۔ آمین ؛

اللہ تعالےٰ پر کامل یقین اور بے نظیر شجاعت

از جناب ملک محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل۔ قادیان

جنگِ حنین

اللہ تعالےٰ کے وعدوں اور بشارتوں کے ماتحت ۸ سنہ ہجری میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جب مکہ فتح ہو گیا۔ اور کفار کے بیشتر حصہ نے اسلام کو قبول کر لیا۔ تو ہوازن اور ثقیف اور بعض دیگر قبائل اسلام کی اس بڑھتی ہُوئی شان و شوکت اور فتوحات سے بہت پریشان ہُوئے۔ اور انہوں نے باہمی مشورہ سے طے کیا۔ کہ وُہ اپنی تمام طاقت کو یکجا جمع کر کے مسلمانوں پر ایک فیصلہ کن حملہ کریں۔ دوسری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی کفار کی ان سازشوں اور تدابیر سے ناواقف نہ تھے۔ چنانچہ آپ کو جب اس بات کا علم ہُوا۔ تو اپنے جاں نثاروں کو ان قبائل کی سرکوبی کے لئے حنین کی طرف کوچ کرنے کا حکم فرمایا۔ اسلامی لشکر کی تعداد اس وقت بارہ ہزار کے قریب تھی۔ دس ہزار تو مدینہ سے آنے والے ہی تھے۔ جن میں سے مزید دو ہزار مکہ سے شامل ہو گئے۔ اس سے قبل مسلمانوں کی اتنی تعداد اور جمعیت کبھی یکجائی طور پر غنیم کے مقابل پر اکٹھی نہ ہُوئی تھی۔ اس لئے اس تعداد کو دیکھ کر بعض مسلمانوں کے دل میں یہ خام خیال پیدا ہُوا۔ کہ آج ہم اپنی تعداد کے باعث شکست نہیں اٹھا سکتے۔ نیت خواہ کچھ ہو۔ الفاظ میں فخریہ پہلو نمایاں تھا۔ ایک سچا مسلمان تو ہر حالت میں خواہ عسر ہو۔ یا یسر۔ قلت ہو۔ یا کثرت لا غنی عن فضلک کا ہی مصداق ہوتا ہے۔ کیونکہ بے شک دُنیوی فتح و شکست میں ظاہری تعداد اور سامان کا بھی ایک حد تک دخل ہوتا ہے۔ لیکن ان ظاہری تدبیروں کے پیچھے اللہ تعالےٰ کی مخفی تقدیریں کام کر رہی ہوتی ہیں۔ جو فتح اور شکست کا اصلی اور حقیقی سبب ہوتی ہیں۔ اور ان کا نزول دُنیاوی سامانوں کے ماتحت نہیں۔ بلکہ فضلِ خداوندی پر منحصر ہوتا ہے ؛

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب

الغرض اس جنگ میں باوجود ظاہری تعداد کی کثرت کے ایک موقعہ پر بہت سارے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف چند صحابہ کے ساتھ میدان جنگ میں رہ گئے۔ مسلمانوں کی ہزیمت کے بعد اب کفار کی تمام یورش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب ہی تھی۔ وُہ اس بات کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر رہے تھے۔ کہ کسی طرح آپ کو گرفتار کر لیں۔ یا شہید کر دیں۔ لیکن اس خطرناک کیفیت کو دیکھتے ہُوئے بھی وُہ پیکرِ شجاعت و استقلال صلے اللہ علیہ وسلم مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھا۔ آپ نے بلند آواز سے اپنے جاں نثاروں کو آواز دی۔ یا معشر الانصار کہ اے الٰہی دین کی امداد کرنے والو ادھر آؤ۔ اور اس کے بعد ابوسفیان کو جو آپکی گھوڑی کی لگام تھامے ہُوئے تھے۔ مخاطب کر کے فرمایا۔ اس کی باگ چھوڑ دو۔ اور نہایت شجاعت اور دلیری کے ساتھ کفار کی جانب بڑھے۔ بجلی کی طرح چمکنے والے نیزوں اور تلواروں اور بارش کی طرح برسنے والے تیروں کی بوچھاڑ میں آپ آگے بڑھے اور فرمایا:۔ ؎

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

یعنی میں اللہ تعالےٰ کا فرستادہ اور رسول ہوں۔ اور چونکہ میں اپنے اس دعوے میں صادق ہوں اس لئے اس کی نصرت اور امداد پر مجھے کامل یقین ہے۔ اور دُنیوی وجاہت کے لحاظ سے بھی میں عبد المطلب کے شریف اور بہادر گھرانہ سے ہوں۔

کفار کی شکست

کفار نے جب آپ کے اس یقین کامل۔ اور بے نظیر شجاعت کو دیکھا۔ تو دم بخود ہو گئے دوسری طرف یا معشر الانصار کی آواز نے صحابہ پر جادو کا سا اثر کیا۔ نہ معلوم اس آواز میں کیا تاثیر اور کتنی جاذبیت تھی۔ کہ یا تو مسلمان میدانِ جنگ سے بھاگے چلے جا رہے تھے۔ یا آواز سنتے ہی تیزی کے ساتھ میدان جنگ کی طرف واپس ہُوئے۔ ان پر ایک بیخودی سی طاری ہو گئی۔ ایسی بے خودی کہ واپسی کے وقت اگر کسی کی سواری نے سرکشی کی تو سوار نے تلوار سے اسکی گردن اڑا دی اور خود بھاگتا ہُوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لبیک لبیک کہتے ہُوئے پہنچ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں صحابہ کی ایک خاصی تعداد ...

جنگوں کے متعلق زمانۂ جاہلیت کا نظامِ کہن

اور

اِسلام کا نظامِ جدید

(از جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل قادیان)

اہل عرب اور قومی تفاخر

اسلام سے قبل اہل عرب ہمیشہ خانہ جنگی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان کی یہ جنگیں بالعموم قومی تفاخر کی بناء پر ہوتی تھیں۔ چنانچہ عرب کی تین مشہور جنگیں جو نصف صدی بلکہ پوری ایک صدی تک جاری رہیں۔ اسی قومی تفاخر کی بناء پر ہوئیں۔ مثلاً جنگ بسوس جو صرف اس بناء پر ہوئی کہ بنی بکر بن وائل کی اونٹنی بنی تغلب کے سردار کلیب بن ربیعہ کے اونٹوں کے ساتھ پانی پینے لگ گئی۔ یہ سردار نہ اپنی چراگاہ میں کسی کے جانور چرنے دیتا اور نہ اپنے جانوروں کے ساتھ کسی کے جانور کو پانی پینے دیتا۔ حتیٰ کہ اپنی آگ کے سامنے کسی کی آگ بھی جلنے نہیں دیتا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر آگ بگولا ہوگیا۔ اور اس کے شیر دال میں تیر مارا اونٹنی کے مالک نے جو اس کو زخمی دیکھا تو ہائے یہ کیسی ذلت ہے کے نعرے لگانے لگا۔ اس پر ایک نوجوان جساس بن مرہ نے کلیب کو قتل کر دیا۔ اور پھر نصف صدی تک لڑائی جاری رہی۔

دوسری جنگ جو حرب داحس کے نام سے مشہور ہے۔ محض گھوڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے آگے نکل جانے پر بنی عبس اور بنی ذبیان میں برپا ہوئی۔ اور اسوقت تک نہ رکی جب تک کہ فریقین کے گھوڑوں اور اونٹوں کی نسل منقطع ہونے کے قریب نہ ہوگئی۔

اسی طرح اوس اور خزرج کی لڑائیاں جن کا سلسلہ ایک صدی تک جاری رہا۔ اس کا سبب بھی تفاخر و تنافر تھا۔ بنی سعد کا ایک شخص خزرج کے سردار مالک بن عجلان کے جوار میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے بنی قینقاع کے بازار میں یہ دعویٰ کیا۔ کہ میرا حلیف سب سے زیادہ اشرف و افضل ہے۔ یہ بات اوس کے ایک شخص نے سُن لی اور اسے قتل کر دیا۔ اس پر اوس و خزرج کے درمیان ایسا معرکہ جنگ و قتال برپا ہؤا۔ کہ اگر اسلام نہ آتا۔ تو دونوں قبائل لڑ لڑ کر فنا ہو جاتے۔

حرب فجار جو کنانہ اور ہوازن کے درمیان خوفناک جنگی سلسلہ کی ابتداء ہے۔ اس کا باعث بھی یہی نمود فخر تھا۔ سوق عکاظ میں قبیلہ کنانہ کا ایک شخص بدر بن معشر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا اور اونچی آواز سے بولا کہ میں عرب کا سب سے معزز آدمی ہوں۔ اگر کسی کو مجھ سے زیادہ معزز ہونیکا دعویٰ ہو۔ تو وہ میرے پاؤں پر تلوار مارے۔ اس پر ہوازن کے ایک نوجوان نے تلوار اس کے پاؤں پر ماری اور پھر دونوں قبائل میں مسلسل جنگ ہوتی چلی گئی۔ عرب شعراء نے اپنے قومی تفاخر کو کثرت سے اپنے کلام میں بھی ظاہر کیا ہے۔ ایک شاعر سموأل بن عادیہ کہتا ہے ؎

وَمَا مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ حَتْفَ اَنْفِہٖ
وَلَا طُلَّ مِنَّا حَیْثُ کَانَ قَتِیْلُ

یعنی ہم میں سے کوئی سردار اپنے ناک کی موت نہیں مرا۔ یعنی بیمار ہوکر۔ اور جب وہ مارا گیا۔ تو اس کا خون رائیگاں نہیں گیا یعنی اس کا بدلہ لے لیا گیا۔

عربوں کے قومی شعار میں یہ چیز داخل تھی۔ کہ وہ خون کا بدلہ خون سے لیتے تھے۔ اور ایک کے بدلہ ہزاروں کا خون کرتے تھے۔ اور دیت لینا عار سمجھتے تھے چنانچہ بنو اسد کا ایک شاعر اپنی قوم کو وصیت کرتا ہؤا کہتا ہے ؎

فلا تأخذوا عقلا من القوم انّنی
اری العار یبقی والمعاقل تذھب

خون کے بدلے اس قوم سے دیت نہ لینا کیونکہ عار باقی رہتی ہے اور دیت کا مال خرچ ہو جاتا ہے۔

عرب اسباب معیشت کی قلت کی وجہ سے ڈاکے ڈالتے اور لوٹ مار پر گذارہ کرتے تھے۔ اور اسے فخریہ بیان کرتے۔

چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

فلئن بقیت لارحلن بغزوۃ
تحوی الغنائم او یموت کریم

اور اگر میں زندہ رہا۔ تو ایک ایسی جنگ پر جاؤنگا جس میں غنائم خوب ہاتھ آئیں۔ یا پھر ایک شریف کی موت مروں۔ اس جذبہ میں بعض قبائل اپنے بھائیوں پر بھی ڈاکے ڈالنے سے دریغ نہیں کرتے تھے ایک دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

واحیانا علی بکر اخینا۔ اذا ما لم نجد الا اخانا

کبھی کبھی ہم اپنے بھائی بکر پر بھی حملہ کر دیتے ہیں جبکہ سوائے بھائیوں کے ہمیں اور کوئی نہ ملے اس سے یہ بھی معلوم ہؤا کہ عرب غیر مقاتلین پر بھی ظلم و تعدی کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔

عرب اپنی لڑائیوں میں عورتوں اور بچوں کی کوئی تمیز نہیں کرتے تھے۔ بلکہ شدت غضب میں حاملہ عورتوں کے پیٹ تک چاک کر ڈالتے تھے۔ چنانچہ عامر بن الطفیل جنگ خیف الریح میں اپنے قبیلہ کی فتح کا ذکر کرتا ہؤا کہتا ہے ؎

بقرنا الحبالی من شنوءۃ بعدما
خَطَطْنَ بِخَیْفِ الرِّیحِ نھدًا و خثعما

ہم نے جوش میں شنوءہ قبیلہ کی حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالے بعد اس کے کہ خیف الریح میں ہم نہد و خثعم پر کاری ضرب لگا چکے تھے۔

آگ کا عذاب

عرب آگ کا عذاب بھی اپنے مخالفوں کو دینے میں دریغ نہیں کرتے تھے چنانچہ یمن کے بادشاہ ذونواس نے ان لوگوں کو جو اس کے دین سے پھر گئے تھے۔ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈلوا دیا تھا۔ قرآن مجید میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قتل اصحاب الاخدود۔ النار ذات الوقود۔ اذ ھم علیھا قعود۔

منذر بن امراءالقیس نے جب بنی شیبان پر فتح پائی تو ان کی عورتوں کو زندہ جلانا شروع کر دیا۔ بنی قیس کے ایک شخص نے بمشکل انکی جان بخشی کرائی اعشیٰ اسی بات کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

سبایا بنی شیبان یوم اوارۃ
علی النار اذ تجلی بہ فتیاتھا

اس نے جنگ اوارہ میں بنی شیبان کے قیدیوں کو چھڑا لیا جبکہ انکی جوان لڑکیاں آگ میں ڈالی جارہی تھیں۔ مقتولوں کی بے حرمتی کرنا بھی عرب میں رائج تھا۔ جوش انتقام میں مردہ لوگوں کے (مثلہ) ناک کان وغیرہ کاٹ کر انکے ہار پرو کر گلے میں پہنے جاتے تھے مقتولوں کی کھوپریوں میں شراب پیتے تھے۔

یہ تمام واقعات جو اوپر مختصراً ذکر کئے گئے ہیں۔ ناظرین ان سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عربوں میں کس درجہ وحشت و درندگی آ چکی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں انسانیت کے لئے عار تھے۔ ایسے وقت میں ایسی گری ہوئی قوم کی جس انسان نے کایا پلٹ دی لاریب وہ عظیم ترین شخصیت کا مالک تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یورپ کے نادانوں کے ایک اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے ؎

کہتے ہیں یورپ کے نادان یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

نفس انسانی کی حرمت اور اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس بات کی کوشش کی کہ ان وحشیوں کو انسان بنایا جائے چنانچہ سب سے پہلے اس وحشت و درندگی کو جو انسانی زندگی کیلئے ایک تیز تبر تھی۔ دور کیا۔ اور انسانی خون کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الّا بالحق (سورۂ فرقان) خدا کے نیک بندے کبھی اس جان کو جس کا خدا نے احترام قائم کیا ہے ناحق قتل نہیں کرتے۔ اور فرمایا۔ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الّا بالحق ذالکم وصّکم بہٖ (انعام) جس جان کو اللہ نے محترم قرار دیا ہے اسے ناحق قتل مت کرو۔ ان باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے۔ اسکے ساتھ بالحق کی قید لگا کر اس قانون کو مکمل کر دیا ہے کہ جہاں ناحق کسی کو نہیں مارنا وہاں ظالم کو سزا دینی بھی ضروری ہے۔ ورنہ امن قائم نہیں ہو سکتا۔

عرب پہلے معمولی معمولی باتوں پر لڑتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے بالکل مٹا دیا۔ چنانچہ جنگ کی اجازت اور اس کے شرائط کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ (اول) اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یقاتلون بانھم ظلموا وانّ اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اُخرجوا من دیارھم بغیر حق الّا ان یقولوا ربنا اللہ۔ (سورہ حج) جن لوگوں سے جنگ کیجارہی ہے انہیں اجازت دیجاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی نصرت کی قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے۔ انکا قصور یہی تھا کہ اللہ کو وہ اپنا رب سمجھتے تھے۔ (دوم) بے بس لوگوں کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑانے کیلئے جنگ کی اجازت دی۔ فرمایا۔ وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا (سورۂ نساء) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لئے نہیں لڑتے حالانکہ وہ رات دن یہی دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔

(سوم) فتنہ و فساد دُور کرنے کے لئے جنگ کا

حکم دیا۔ اور فتنہ و فساد بھی ایسا کہ دوسرے کو اس کے دین سے مرتد ہونے پر مجبور کرتا ہو۔ چنانچہ فرمایا۔ وقاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھو فلا عدوان الّا علی الظالمین (بقرہ ۲۵) اور ان کافروں سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ کا نام و نشان تک باقی نہ رہے اور ہر شخص خدا کی خاطر کسی مذہب کا پیرو ہو۔ اگر ان باتوں سے دشمن رک جائے تو پھر سوائے ظالموں کے اور کسی سے سروکار نہ رکھو۔

(چہارم) عہد شکنی اور غداری کی سزا میں بھی جنگ کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ بنو قریظہ وغیرہ سے اسی وجہ سے جنگیں ہوئیں۔

(پنجم) اندرونی دشمنوں کے استیصال اور (ششم) دو مسلمان گروہوں میں لڑائی دور کرنے اور ظالم کو اسکے ظلم سے روکنے کے لئے اگر جنگ کرنا پڑے تو اس کی بھی اسلام اجازت دیتا ہے۔

جہاد کا بلند ترین نصب العین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ صرف ان نیک مقاصد کے لئے قرار دی جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور ڈاکے ڈالنے تو الگ رہے جہاد میں اس کا خیال تک کرنا بھی ممنوع قرار دیا۔ چنانچہ ابو داؤد اور نسائی میں ایک روایت آتی ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رجلا قال یا رسول اللہ رجل یرید الجہاد فی سبیل اللہ وھو یبتغی عرضا من الدنیا فقال لا اجر لہ فاعاد لہ ثلاثا کل ذالک یقول لا اجر لہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ ایک شخص اللہ تعالٰے کے راستے میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور ساتھ ہی دنیا کا سامان بھی جنگ سے حاصل ہونے کا خیال رکھتا ہے اسمیں کوئی حرج تو نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ایسے شخص کے لئے ہرگز کوئی ثواب نہیں۔ اسکے تین دفعہ اس سوال کے دہرانے پر حضورؐ نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا کہ اسے ہرگز کوئی ثواب نہیں ملیگا بلکہ ایک موقعہ پر تو اس قسم کے مال کو حضورؐ نے ضائع کر دیا اور سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا چنانچہ ابو داؤد میں آتا ہے کہ عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو ایک موقعہ پر لوگوں کو خطرناک بھوک لگی اور وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ جس پر انہوں نے ایک بکریوں کے گلہ میں سے چند بکریاں پکڑ لیں اور انہیں ذبح کر کے پکانا شروع کر دیا۔ ہماری ہنڈیاں اس گوشت سے ابل رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے آتے ہی اپنی کمان سے ہماری ہنڈیاں الٹ دیں اور اسقدر ناراض ہوئے کہ گوشت کے ٹکڑوں کو مٹی میں مسلنے لگے۔ اور فرمایا کہ لوٹ کا مال مردار سے بہتر نہیں ہے۔

جنگ کے بارہ میں اصولی ہدایات

عرب لڑائی میں کمزوروں، عورتوں، بچوں اور غیر مقاتلین میں کوئی تمیز نہیں کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے اسکے متعلق واضح احکام جاری کئے اور صحابہ سے اس پر عمل کروایا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ کوئی فوجی دستہ روانہ فرماتے تو اسے نصیحت فرماتے۔ اے مسلمانو۔ اللہ کا نام لیکر دین کی حفاظت کیلئے جہاد کرو۔ مگر خبردار مال غنیمت میں بددیانتی نہ کرنا۔ کسی قوم کو دھوکا نہ کرنا۔ دشمنوں کے مقتولوں کا مثلہ نہ کرنا۔ بچوں، عورتوں اور مذہبی عبادت گاہوں کے لوگوں کو قتل نہ کرنا۔ بہت بوڑھوں کو نہ مارنا۔ اور ملک میں اصلاح کرنا اور لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ جب کسی فوج کو روانہ فرماتے تو اسکے امیر کو یہ نصیحت فرماتے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے خیال میں اپنے آپکو عبادت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ انکو کچھ نہ کہنا۔ اسی طرح جس چیز کو وہ مقدس سمجھتے ہیں اسے بھی کچھ نہ کہنا۔ اور پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا۔ اور نہ کسی آبادی کو ویران کرنا۔

عرب لڑائیوں میں اپنے مخالفین پر بہت مظالم کیا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ تو زندہ جلا دیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی اصلاح فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ ان اللہ لا یحب المعتدین۔ (سورہ بقرہ) اے مسلمانو۔ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ مگر دیکھنا زیادتی نہ کرنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آگ کے عذاب کے متعلق حضورؐ نے صاف اعلان فرمایا کہ لا ینبغی ان یعذب بالنار الّا رب النار۔ آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے اور کسی کو سزاوار نہیں۔

حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی ممانعت

لڑائی کے شوق میں عرب عزت والے مہینوں کا بھی جن میں لڑائی قطعاً حرام تھی۔ احترام نہیں کرتے تھے۔ اور انہیں آگے پیچھے کر دیتے تھے۔ قرآن مجید نے عربوں کی اس خرابی کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا۔

انما النسیٔ زیادۃ فی الکفر۔ یعنی حرام مہینوں کو حلال قرار دینا اور پھر انکی بجائے حلال مہینوں کو حرام بنا لینا کفر پر ایک اور زیادتی کرنا ہے۔ اسی لئے جب ایک دفعہ غلطی سے عبداللہ بن جحش کے ایک سریہ نے حرام مہینہ میں قریش کے ایک قافلہ پر حملہ کیا۔ تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام میں نے تمہیں شہر حرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی ہوئی۔

پاس عہد کی نصیحت

عرب لڑائی میں بدعہدی سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی بھی اصلاح کی۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لوگوں کو سنایا۔ کہ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ (بنی اسرائیل) عہد پورا کرو۔ یقیناً عہد کے بارے میں تم سے سوال کیا جائیگا۔ کفار میں سے جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیتے تھے۔ ان کی حفاظت اور حقوق کا آپ ہر وقت خیال رکھتے تھے اور فرمایا کرتے۔ کہ جو مسلمان کسی معاہد کافر کو قتل کریگا۔ اسے جنت کی ہوا تک نہیں پہنچے گی۔ جو مسلمان کسی کافر معاہد پر ظلم کرے گا۔ یا اسے کوئی نقصان پہنچائے گا۔ یا اس پر کوئی ایسی ذمہ واری یا ایسا کام ڈالیگا۔ جو اسکی طاقت سے باہر ہے۔ یا اس سے کوئی چیز بغیر اسکی خوشی اور مرضی کے لیگا۔ تو اے مسلمانو۔ سن لو۔ میں قیامت کے دن اس معاہد کافر کی طرف سے اس مسلمان کے خلاف خدا سے انصاف چاہونگا۔

جنگی قیدیوں کے متعلق اسلام کی تعلیم

عرب جنگی قیدیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے تھے۔ اور ایک دفعہ کسی مخالف قوم کے فرد کے پکڑے جانے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یا وہ قتل کیا جائیگا اور یا پھر ساری عمر کیلئے غلام رہیگا لیکن اسلام نے اسکی بھی نہایت اعلیٰ اصلاح کی۔ فرمایا۔ فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتّٰی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداءً حتّٰی تضع الحرب اوزارھا (سورہ محمد) یعنی اے مسلمانو۔ جب کفار سے تمہاری جنگ ہو تو خوب جم کر ظالموں کو مارو۔ اور جب اچھی طرح جنگ ہو لے تو اسکے بعد دشمن کے آدمیوں کو قیدی بناؤ۔ پھر اگر اصلاح کی امید ہو۔ تو ان قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دو۔ اور اگر حالات کا تقاضا کچھ اور ہو تو پھر فدیہ لیکر انہیں رہا کر دو۔ یا پھر جب تک جنگ ختم نہیں ہوتی انہیں قید رکھو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کی تمام وحشیانہ رسوم سے مسلمانوں کو پاک و صاف کر دیا۔ حکم تھا کہ اگر کوئی دشمن اسلام کا اظہار کرے تو خواہ تم سمجھتے ہو کہ اس نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اب جان بچانے کی خاطر ایسا کر رہا ہے۔ پھر بھی تم اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زید نے جب ایک کافر کو جس نے اسلام کا اظہار کیا تھا قتل کر دیا۔ تو حضور علیہ السلام اس پر سخت ناراض ہوئے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حرب لگانے میں مسلمانوں کو سب لوگوں سے زیادہ نرم ہونا چاہیئے۔ اور صحابہ کو حکم تھا کہ منہ پر کسی کو ضرب نہ لگائیں (بخاری و مسلم)

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم صلعم کا اعلان

آخر میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے یہ اعلان فرما کر تمام جسمانی اور مالی نقصانوں سے دنیا کو بچا لیا۔ کہ ان اموالکم ودماءکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا وفی بلدکم ھذا۔ یعنی جس طرح تمہارا یہ دن اس مبارک مہینہ اور اس عزت والے شہر میں عزت والا ہے۔ اسی طرح تمہیں تمہارے مال۔ تمہاری جانیں اور تمہاری عزتیں حرام اور قابل عزت ہیں۔ گویا بے حرمتی۔ خون۔ لوٹ گھسوٹ اور دھوکہ فریب کا ہمیشہ کیلئے سدباب کر دیا۔ اور نہ صرف یہ کہ انسانی جان کو محفوظ کر دیا بلکہ اسکے تمام لوازمات کو بھی ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا۔

اسلام کے ان اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ نظام جو آج

دنیا کے ہر حصے سے سات سمندروں کو عبور کر کے متحدہ اقوام کے جہاز ہندوستان کے لئے غلّہ لا رہے ہیں۔ یہ جہاز اُن ملکوں سے آ رہے ہیں جہاں خود اناج کی کمی ہے اور سخت راشننگ ہو چکی ہے۔

ہندوستان کے لئے خوراک کو ہر دوسری چیز پر ترجیح دی جا رہی ہے۔ توپ اور بم۔ ہوائی جہاز اور ٹینک سب چیزوں سے زیادہ خوراک کو اہمیت حاصل ہے۔ غیر ضروری اشیاء کو تو قطعاً خارج کر دیا گیا ہے

مگر آپ کو ایک بات ملحوظ رکھنی چاہیئے

غلّے سے لدے ہوئے جہاز ہماری خوراک کی مشکلات کے حل کا صرف ایک حصہ ہیں۔ اناج کی اس کثیر مقدار کے باوجود یہ مشکلات اس وقت تک برقرار رہیں گی جب تک آپ پوری امداد نہ کریں گے۔ آپ کو اپنی ضرورتوں سے زیادہ غلّہ خریدنا اور جمع کرنا ہرگز نہیں چاہیئے۔ اس طرح آپ نرخ بڑھا دیتے ہیں اور غریب لوگ اناج نہیں خرید سکتے۔ کیا آپ غریبوں کا پیٹ کاٹنا گوارا کر سکتے ہیں؟ وہی لوگ دراصل بھوک اور فاقوں کی مصیبت اٹھا رہے ہیں جنہیں اس اخبار کو پڑھنا نہیں آتا اور انہی کی امداد کرنے سے آپ نہ صرف اپنے ملک کی بلکہ خود اپنی بھی سب سے بڑی خدمت کر سکتے ہیں۔

اناج جمع کرنے والے سے کوئی تعلق نہ رکھیے

قومی جنگی محاذ

پروگرام تبلیغی دورہ ضلع لائلپور

قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری اور شیخ عبدالقادر صاحب مبلغین سلسلہ احمدیہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۲ء سے ضلع لائلپور کا تبلیغی دورہ شروع کریں گے۔ اس دورہ کے اثنا میں وہ آنبہ ضلع شیخوپورہ کے جلسہ میں بھی شامل ہوں گے

پروگرام حسب ذیل ہے

۱۲ و ۱۳ مارچ ۱۹۴۲ء ۔ چک نمبر ۲۷۸ متصل دسوہہ ۔
۱۴ مارچ ۔ لائلپور شہر بڑے جلسہ سیرۃ النبی صلعم
۱۵-۱۶-۱۷ مارچ ۔ احمدیہ سٹال درسنڈی گوشیاں لائلپور۔ ۱۸ - ۱۹ مارچ ۔ سہلو پور چک نمبر ۱۳۶ رکھ برانچ۔ ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ مارچ ۔ آنبہ ضلع شیخوپورہ
۲۳ - ۲۴ مارچ چک نمبر ۵۶۵ گ ۔ ب ۔ ۲۵ مارچ چک نمبر ۵۵۹ گ ۔ ب ۔ ۲۶ - ۲۷ مارچ گوکھووال چک نمبر ۱۲۱ جھنگ برانچ ۔ ۲۸ - ۲۹ مارچ

ہنر سیکھو اور دولت کماؤ

ترقی کرنے والی قومیں اپنے ملک کی دولت اور اپنا معیار زندگی بڑھانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ کیا ہندوستانی نوجوانوں کا یہ فرض نہیں۔ کہ وہ بھی اپنے گھر والوں اور اپنے مستقبل کو بہتر اور شاندار بنانے کے لئے عملی قدم اٹھائیں۔

آپ حکومت ہند (محکمہ لیبر) کی ٹیکنیکل ٹریننگ اسکیم میں شامل ہوکر

آسانی سے ایسا کر سکتے ہیں۔ اس سکیم کے ماتحت آپ کسی فن میں مہارت پیدا کر کے اپنے لئے باعزت روزگار معقول آمدنی اور بہتر معیار زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اپنے ملک کو صنعتی اور اقتصادی ترقی کے میدان میں دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک کا ہم پلہ بنا سکتے ہیں۔ ہندوستان کو قدرت نے صنعتی ترقی کے لئے سب سہولتیں دے رکھی ہیں۔ یہاں صرف ماہر کاریگروں کی کمی ہے۔

آپ اس کمی کو پورا کر سکتے ہیں

عام طور پر فن سیکھنے اور کاریگر بننے کے لئے کافی وقت اور بہت سا روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ لیکن حکومت ہند کی ٹیکنیکل ٹریننگ اسکیم کے ذریعہ آپ کم سے کم وقت میں سرکاری خرچ پر مفت ہنر سیکھ سکتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب تک کام سیکھیں ماہوار سرکاری وظیفہ بھی ملتا ہے۔ کام سکھلانے کیلئے ہندوستانی اور انگریز ماہر اور تجربہ کار کاریگر مقرر ہیں۔ جو سالوں کی منزل مہینوں میں طے کرا دیتے ہیں۔ اور فن سیکھنے والا چند مہینوں کی باقاعدہ تربیت کے بعد اپنے فن میں مہارت حاصل کر کے بہت اچھا کاریگر بن جاتا ہے۔ چار مہینوں سے لیکر ایک سال کے اندر اندر سیکھنے والا اپنے فن کے امتحان میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ امتحان پاس کرنے کے بعد اسے بطور کاریگر ہندوستان کی صنعتی فیکٹریوں، سامان جنگ تیار کرنے کے کارخانوں میں اچھی تنخواہ پر جگہ دی جاتی ہے۔ اگر وہ زیادہ ہوشیار۔ محنتی اور خوش قسمت ہے۔ تو اسے بحری بری یا ہوائی افواج میں بطور کاریگر ملازمت کیلئے چنا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں اسے تنخواہ بھی زیادہ ملتی ہے۔ اور ترقی کے امکانات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اور اگر وہ سمندر پار جائے تو تنخواہ اور الاؤنس کی رقم اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور ترقی بھی جلد کر سکتا ہے۔

ان میں سے کوئی سا فن آپ سیکھ سکتے ہیں

فنون کی فہرست

آرمیچر وائنڈر	مل رائٹ
لوہار	مولڈر
بائلر اٹنڈنٹ	پینٹر
بائلر میکر	پیٹرن میکر
راج	پلمبر
بڑھئی	ریڈیو میکنگ
ڈیزائنٹسمین	ریویٹر
ڈرلر	روڈ رولر ڈرائیور
الیکٹریشن	سروئیر
الیکٹریکل فٹر	مکینیکل ریفریجریٹر
انجن انفسر	تانبہ وٹین ساز
انجن ڈرائیور (ڈیزل)	ٹول میکر
انجن ڈرائیور بھاپ	ٹرنر
فٹر	اپہولسٹرڈ
گرائنڈرز	ولکنٹ
انسٹرومنٹ میکینک	ویلڈر
لائینسمین	وائرلیس آپریٹر
مشینسٹ	واچ مین
مستری	

ہندوستان کو زیادہ کاریگروں کی ضرورت ہے

اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیے اور فوراً داخل ہو جائیے۔ مزید تفصیل اور داخلہ کا فارم اس پتہ پر کارڈ بھیج کر مفت حاصل کیجئے

لاہور:۔ دی پرنسپل ملٹی اکیس سیکشن نمبر ۲ بہ ٹیکنیکل ٹریننگ سکیم جدید یونیفش ایبٹ روڈ لاہور۔
پشاور:۔ دی رجسٹری ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ (سیکشن نمبر ۲) صوبہ سرحد پشاور

حکومت ہند (محکمہ لیبر) ٹیکنیکل ٹریننگ اسکیم

T.O.B. No C.P.U 94 13×3 Cols

شباکن

ملیریا کی کامیاب دوا ہے

کونین خالص تو ملتی نہیں۔ اگر ملتی ہے تو پندرہ سولہ روپے اونس۔ پھر کونین کے استعمال سے بھوک بند ہو جاتی ہے۔ سر میں درد اور چکر پیدا ہو جاتے ہیں۔ گلا خراب ہو جاتا ہے۔ جگر کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر ان امور کے بغیر آپ اپنا یا اپنے عزیزوں کا بخار اتارنا چاہیں تو شباکن استعمال کریں

قیمت یکصد قرص عہ ۔ پچاس قرص ۱۱/
ملنے کا پتہ:۔ دواخانہ خدمت خلق قادیان

اکسیر شباب

ہر غلطی اپنا اثر چھوڑتی ہے
پس اصل بات تو یہ ہے۔ کہ انسان میانہ روی اختیار کرے۔ لیکن گزشتہ غلطی کا علاج کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور وہ علاج
"اکسیر شباب"
ہے "اکسیر شباب" نیا خون۔ نیا جوش پیدا کر دیتی ہے۔

قیمت تیس خوراک پانچ روپے ۱۰/
ملنے کا پتہ
دواخانہ خدمت خلق قادیان پنجاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض خصوصیات

از جناب سید احمد علی صاحب سیالکوٹی مولوی فاضل

حق بحقدار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں سے قبل کیا عرب اور کیا عجم سب جگہ بادشاہوں کا طریق یہ تھا۔ کہ جب وہ کسی ملک کو اپنے تصرف میں لاتے تو وہاں کے مخالفین کو ذلیل ورسوا اور تباہ کر دیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ (نمل ع ۳) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جدید نظام قائم فرمایا۔ اس میں حضور کا اپنا عمل یہ تھا۔ کہ آپ پرانے قابضوں کے حقوق برقرار رکھتے۔ چنانچہ فتح مکہ کے وقت باوجود حضرت علیؓ کے اصرار کے کلید کعبہ ان کو نہ دی بلکہ اصل کلید بردار حضرت عثمانؓ کو بلا کر انکو واپس دے دی۔

دنیوی جاہ وجلال سے بے نیازی

شاہان ملک اپنے خزانے مال ودولت سے بھرتے ہیں۔ بلکہ اس زمانہ کے بادشاہ تو بالعموم دوسری حکومتوں کے ماتحت بنکوں وغیرہ میں بھی کافی مال ودولت جمع کر لیتے ہیں۔ تاکہ تختہ حکومت الٹنے پر بھی آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اپنی امت کے بادشاہوں کے لئے یہ ہے۔ کہ جب کبھی مال باہر سے آتا۔ تو سب کا سب لشکر ورعایا میں تقسیم کر دیا جاتا۔ اور اپنے گھر میں اگر چند اشرفیاں بچ بھی گئیں۔ تو انہیں تقسیم کئے بغیر رات بسر کرنا گوارا نہ فرماتے۔

سادہ معاشرت

خدا تعالیٰ کی طرف سے کئی نبی بادشاہ بھی گزر چکے ہیں۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت سلیمانؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ حضرت کرشنؑ وغیرھم۔ انکو شاہانہ جاہ وجلال کے جملہ سامان میسر تھے۔ اور بڑے بڑے محلات میں آرام وآسائش سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گو بادشاہ عرب بھی تھے۔ علاوہ ازیں حجاز۔ یمن۔ بحرین وغیرہ سے خراج بھی آتا تھا۔ مگر باوجود اس کے آپؐ کے گھر کا نظارہ یوں دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ شاہ دوجہان کی وفات تک ازدواج مطہرات میں سے کسی کو متواتر تین روز تک پیٹ بھر کر کھانا بھی میسر نہیں ہوا۔ چنانچہ حضرتؐ کے وصال کے بعد جبکہ اسلامی فتوحات کا گویا دروازہ کھل چکا تھا۔ ایک موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے میدے کے گرم گرم اور نرم نرم پھلکے لائے گئے۔ اور انہوں نے ہشاش بشاش بسم اللہ کہتے ہوئے ایک نوالہ توڑ کر منہ میں ڈالا۔ نہ معلوم اس میں کیا تاثیر تھی۔ کہ وہ حلق میں پھنس گیا۔ اور آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ خادمہ کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کے طفیل یہ کامیابیاں آج ہمیں میسر ہیں آپ کا اپنا حال یہ تھا کہ مدتوں گھر میں آگ نہ جلتی۔ اور نہ آپ نے چپاتی کی صورت دیکھی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے اپنی وفات کے وقت کوئی چیز ترکہ نہیں چھوڑی

پابندی عہد

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کفار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الاولا ذمۃ (توبہ ع ۲) کہ مشرکین جب مسلمانوں کے خلاف بظاہر کسی وقت غلبہ پاتے تو وہ کسی عہد وپیمان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اسی طرح اس زمانہ کی مہذب اقوام کے ہاتھوں معاہدات کی جو مٹی پلید ہو رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اور یہی طریق آجکل بھی بادشاہوں میں موجود ہے۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نظام قائم فرمانا چاہا۔ اس کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو جنگ بدر میں دشمن پورے سازوسامان سے سامنے کھڑا ہے۔ اور ہزار کے مقابلہ میں صرف تین سو مسلمان ہیں لڑائی شروع ہے اکثر سپاہی بے ہتھیار ہیں۔ دشمن منشیات سے اپنی سپاہ کو جوش دلا رہا ہے۔ مگر اسلامی سپاہ میں بعض سپاہی تین تین روز کے فاقہ سے ہیں مسلمان آگے بڑھتے ہیں۔ تو دو شخص مدد کے لئے وقت پر میدان میں پہونچتے اور عرض کرتے ہیں۔ کہ ہم مکہ والوں سے یہ عہد کر کے آئے ہیں کہ جنگ میں حصہ نہ لیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ تم اپنا عہد پورا کرو۔ اور فوج سے الگ کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ ہمارا مددگار ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

امن وعدل پسندی

آنحضرتؐ سے قبل غلام بنانے کے لئے لوٹ مار قومیں اپنی ہمسایہ اقوام پر حملہ کر دیتی تھیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم کو دوسری قوم پر اس وقت تک حملہ کرنے کا حق نہیں جب تک کہ وہ بینہ ثابت کر دے کہ اس کے حقوق اس کے ہاتھوں تلف ہوئے ہیں۔ اور جب تک کہ ہمسایہ قوموں کو اس بات کا موقعہ نہ دیدیا جائے۔ کہ وہ دونوں فریق میں اصلاح کی کوشش کریں۔ اور پھر ایسی جنگ کے بعد غلام بنانے کی اجازت نہیں۔ لڑائی صرف حق رسی تک محدود رہے۔ یا زیادہ سے زیادہ جو اخراجات وغیرہ ہوئے وہ تمام یا ان کا کچھ حصہ دلایا جائے۔

غرض ایسے بہت سے امور ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد جدید نظام کے قیام کیلئے بیان فرمائے کہ مسلمان بادشاہ انکی پابندی کریں مگر یہاں صرف چند ایک بطور نمونہ عرض کئے گئے ہیں۔

ضروری اعلان

بعض دوست حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں خط بھیجتے وقت اپنا پتہ لکھنا بھول جاتے ہیں۔ پہلے بھی اس کے متعلق بذریعہ الفضل توجہ دلائی جا چکی ہے اب مکرر گزارش کی جاتی ہے۔ کہ احباب اس امر کا خیال رکھیں۔ اور خط پر اپنا پتہ تحریر فرمایا کریں۔ ورنہ اس کے بغیر کارروائی مشکل ہوتی ہے۔

پرائیویٹ سیکرٹری

فوجی بھرتی کے متعلق ضروری اعلان

ہر ایک جگہ کے عہدیداران کا فرض ہے۔ کہ احباب جماعت کو یہ اطلاع کر دیں۔ کہ ۱۳ مارچ کو بٹالہ میں ایئر فورس نیوی حوالدار کلرکوں۔ سویلین کلرکوں۔ ہر ایک قسم کے کاریگروں اور ٹیکنیکل سکول کی بھرتی ہوگی۔ جس کی تفصیل ۱۰ مارچ کے الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ امیدواروں کو چاہئے کہ وہ ۱۲ مارچ تک قادیان پہنچ جائیں یا ۱۳ مارچ کو صبح ۱۲ بجے تک بٹالہ کے ریسٹ ہاؤس میں مجھ سے ملیں۔

ناظر امور خارجہ سلسلہ احمدیہ قادیان

قحط الاؤنس پر چندہ

بعض احباب نے دریافت کیا ہے۔ کہ قحط الاؤنس جو گورنمنٹ نے گرانی کی وجہ سے عارضی طور پر منظور فرمایا ہے۔ اس پر چندہ واجب ہے یا نہیں؟ جملہ احباب اور جماعتہائے مقامی کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ قحط الاؤنس گو عارضی طور پر تنخواہ پر اضافہ ہے۔ تاہم تنخواہ کا حصہ ہے۔ اس لئے اس پر چندہ واجب ہے جو تمام موصی اور غیر موصی صاحبان کو شرح مقررہ کے مطابق ادا کرنا چاہئے۔

ناظر بیت المال قادیان

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اور میدانِ جنگ

(از جناب مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری)

دنیا پر ایک تاریک گھٹا چھا رہی تھی۔ جب سرزمینِ حجاز سے آفتاب صداقت کا طلوع ہوا سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت توحید کے قیام اور اخلاق کی تکمیل کے لئے ہوئی تھی۔ آپ امن وصلح کا پیغام لائے تھے۔ آپؐ کا مطمح نظر فرزندان آدم کو ضلالت کی زنجیروں سے چھڑا کر، شرک وکفر کے گڑھوں سے نکال کر صرف خدائے یگانہ کا پرستار اور رُوحانی نور سے منور بنانا تھا۔ آپؐ آسمان سے آئے تھے۔ اسلئے زمین آپؐ کی مخالف تھی۔ آپؐ جنگ سے بچتے تھے۔ خونریزی سے اجتناب اختیار کرتے تھے اسی لئے آپؐ نے اور آپکے صحابہؓ نے وطن سے ہجرت کی، لیکن دشمنانِ حق نے آپؐ کو مدینہ طیبہ کی بستی میں بھی آرام سے بیٹھنے نہ دیا تب خدائے ذوالجلال نے اپنے ارشاد اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ۔ میں مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دی۔ اور ان کی تائید ونصرت کا وعدہ فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا ایک معتدبہ حصہ ان دفاعی جنگوں میں گزرا۔ غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ تبوک تک کئی سال کا لمبا سلسلہ ہے ان جنگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بہت سے پہلو نمایاں کئے ہیں۔ اس مختصر مقالہ میں ان میں سے چند اخلاق نبوی کا ذکر کرتا ہوں۔

غیرت توحید باری کا بے مثال سوز

حضور علیہ السلام کی بعثت کا مدعا توحید کا قیام تھا۔ اس لئے آپؐ کو طبعی طور پر توحید کے لئے بے حد غیرت تھی۔ غزوۂ احد میں جب آپؐ زخمی ہو کر گر گئے۔ اور دشمنوں نے عارضی طور پر خوشی کے شادیانے بجائے۔ اس موقعہ پر جب آپ اپنے چند جاں نثاروں سمیت میدان کے ایک طرف تھے۔ تو لشکر کفار سے صدا بلند ہوئی۔ کہ اے مسلمانو! کیا تم میں محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) زندہ موجود ہیں۔ آپؐ نے خاموش رہنے کا ارشاد فرمایا۔ تب کفار نے کہا۔ کہ کیا تم میں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) موجود ہیں۔ اس پر بھی آپؐ نے چپ رہنے کا ارشاد فرمایا۔ تب کافروں نے نعرہ بلند کیا۔ اُعْلُ ہُبَل۔ کہ اے ہبل آج تیری شان بلند کا اظہار ہوا۔ اس پر حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا۔ کہ اب اس نعرہ کا جواب دو۔ چنانچہ نعرۂ تکبیر اور "اللّٰہ اعلیٰ واجل" سے وادی گونج اٹھی مسلمانوں نے کہا۔ کہ ہبل کہاں اونچا ہوگا۔ خدائے واحد کی بزرگی وجلال کے سامنے سب بت سرنگوں ہو جائیں گے۔

غزوۂ احد کے حالات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زخمی ہونے کے واقعہ کو مدنظر رکھا جائے۔ تو یہ غیرت توحید باری کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔

دعاؤں پر یقین

یُوں تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی دُعاؤں سے لبریز ہے۔ ہر گھڑی اور ہر لمحہ آپؐ اللہ تعالےٰ سے استعانت فرماتے تھے۔ لیکن جنگ کے اوقات میں آپؐ کا دعاؤں پر یقین آپؐ کی سیرت کا ایک روشن ترین پہلو ہے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر جب لشکر اعداء تجربہ کار مسلح اور بہادر سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ اور اسلامی لشکر سامان اور تعداد میں ان سے کہیں کم تھا۔ تب حضور علیہ السلام نے جس الحاح وتضرع سے دُعا کی۔ اور پھر جس یقینؔ وثوق سے مسلمانوں کی فتح کی پیغام دیا۔ وہ ایک صاحب دل انسان کی نگاہ میں آپؐ کی افضلیت کا درخشندہ ثبوت ہے۔ آپؐ ایک خیمہ میں جاکر قبلہ رو ہوکر خدا کی بارگاہ میں گر گئے۔ اور زاری سے عرض کی۔ "اللّٰھم ھٰذہٖ قریش قد اُتت بخیلائھا تحاول ان تکذب رسولک۔ اللّٰھم فنصرک الذی وعدتنی۔ اللّٰھم ان تھلک ھٰذہ العصابۃ الیوم لا تعبد" اے خدا! یہ قریش لوگ، تکبر وغرور کے پتلے۔ تیرے پیغامبر کو جھٹلانے آئے ہیں۔ پس تو آج اس نصرت کا اظہار فرما۔ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اے میرے خدا یہ مسلمانوں کی چھوٹی جماعت اگر آج تو نے اسے ہلاک ہونے دیا تو پھر تیری عبادت کون کریگا"۔ یہ زاری آسمان پر قبول ہوئی اور حضور نے مسلمانوں کو بشارت سنائی کہ خدا کے فضل سے مسلمانوں کی فتح ہوگی اور کفار شکست کھائینگے۔ اور انکے صنادید واکابر اسی جگہ کھیت رہینگے۔ خدا کا نوشتہ پورا ہوا اور لشکر اسلام فاتح ومظفر لوٹا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا پر یقین، میدانِ جنگ میں اللہ کی تائید پر وثوق رہتی دنیا تک کے لئے ایک چمکتا ہوا نشان بن گیا۔

حسن تدبر اور انتظام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انسانی کمالات کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ جنگ کے میدانوں میں حضور کے حسن تدبر اور انتظام کا ہی نتیجہ تھا کہ اتنے لمبے عرصہ تک اور اتنی فتوحات کے حاصل کرنے تک جنگ جاری رہی۔ لیکن مسلمانوں میں سے شہید ہونیوالے نہایت محدود تعداد میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سارا مجموعہ چند سو میں محدود ہے۔ اسی حسن تدبیر کا ایک نمونہ جنگ احد میں پیش آیا۔ آپ نے ابتداء میں ہی پیچھے کے درہ پر پچاس تیر انداز مقرر فرمائے اور انہیں حکم دیا کہ خواہ کچھ ہو آپ لوگ اس جگہ سے نہ ہٹیں۔ کیونکہ خطرہ ہے دشمن اسی طرف سے حملہ نہ کر دے۔ اسکے بعد جنگ ہوئی لشکر کفار ہزیمت اٹھا کر بھاگنے لگا۔ ان تیر اندازوں میں سے بعض نے اصرار کیا کہ غنیمت میں حصہ لیں اور وہ درہ کو خالی کر کے میدان میں آگئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن ہٹ کر اس طرف سے آگیا اور مسلمانوں کی فتح عارضی طور پر انہزام سے بدل گئی۔

شجاعت اور بہادری

ان جنگوں نے ثابت کر دیا کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کامل درجہ جری اور بہادر تھے۔ غزوۂ حنین میں جب ایک موقعہ پر آپ گھمسان کی لڑائی میں قریباً اکیلے رہ گئے تھے اور آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ پیچھے ہٹ جائیں۔ آپنے اپنی خچر کو ایڑ لگائی اور دشمنوں کی طرف بڑھے اور فرمایا۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ میں خدا کا واقعی نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ میں میدان میں کھڑا ہوں۔ خدا نے آخر آپکو فتح دی۔ دشمن مغلوب ہوئے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے تیر وتفنگ سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ باطل کی کوئی طاقت آپؐ کی شجاعت وبسالت میں جنبش پیدا نہ کرسکتی تھی۔

جنگی تدابیر

غزوات نبوی بالخصوص جنگ احزاب کے واقعات پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ دشمنوں کے مقابلہ کیلئے پوری تیاری اور مکمل تدبیر بھی اختیار فرماتے تھے۔ اپنے مخلص مومنوں سے مشورہ بھی لیتے تھے اور پھر اس کام میں خود شرکت فرماتے تھے۔ چنانچہ اس لڑائی میں صحابہ کے مشورہ سے آپنے مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا فیصلہ فرمایا اور خود اسمیں شریک ہوئے۔ بلاشبہ خدا کا ہاتھ آپکے ساتھ تھا۔ اور اسکی تائید سے ہی آپ کامیاب ہوتے تھے مگر اسمیں بھی کوئی شک نہیں کہ حضور علیہ السلام حکم خداوندی واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ کے مطابق پوری تیاری اور تدبیر سے بھی کام لیتے تھے۔ سامانوں کو مقدور بھر حاصل کرنیکے باوجود فتح کو صرف خدا کے امر سے یقین کرنا اسلامی توکل کا صحیح نمونہ ہے۔

صلح پسندی

جنگ کا آغاز کافروں کی طرف سے ہوا۔ مسلمان مظلوم تھے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا کتنا روشن پہلو ہے کہ اعلان جنگ کے بعد بھی کسی موقعہ پر آپنے صلح سے پہلو تہی نہیں کی۔ حدیبیہ کا واقعہ اس کا بے مثال نمونہ ہے۔ دشمنوں کیطرف سے کڑی شرطیں پیش ہوئیں۔ مگر چونکہ ان شرائط کے نتیجہ میں قریش دس برس کیلئے صلح کا اقرار کرتے تھے! اسلئے خدا کے برگزیدہ نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب شروط کو منظور فرمالیا کیونکہ اسلام کی اشاعت کیلئے امن وصلح کا ماحول درکار ہے بظاہر وہ شرائط ذلت دکھائی دیتے تھے۔ اگرچہ انکا نتیجہ فتح ہوا لیکن یہ واقعہ تاریخِ عالم میں بانئ اسلام علیہ السلام کی صلح پسندی کا ناقابل انکار ثبوت رہیگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔

معاہدات کی پابندی

دنیا کی حکومتیں اور انکے نمائندے معاہدات کو کاغذ کا پرزہ قرار دیتے ہیں اور انہیں توڑتے ہوئے انہیں ذرا حجاب محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نے ثابت کر دیا ہے کہ جنگ کے وقت کے معاہدات بھی ہر گھڑی اور ہر حالت میں واجب الاحترام ہیں اور انکا قائم رکھنا مسلمان کا اولین فرض ہے۔ صلح حدیبیہ کی شرائط پر ابھی دستخط نہ ہوئے تھے۔ کہ ایک مسلمان ابوجندل نامی جکڑا ہوا وہاں پہنچا اور اپنی مظلومیت کی بناء پر پناہ کا خواستگار ہوا۔ شرائط کے رو سے مسلمانوں کے ہاں آنیوالے ہر مسلمان قریش کا واپس کرنا ضروری تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا کہ اے ابوجندل واپس چلے جاؤ۔ خدا کا نبی بدعہدی نہیں کرسکتا۔ اسلامی تاریخ ان زرین کارناموں سے لبریز ہے کہ مسلمانوں نے کس طرح انتہائی قربانی کر کے بھی عہد کو نبھایا۔

عفو و درگذر

قریش سے جنگوں کا نتیجہ فتح مکہ ہوا۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ظلم کرنیوالے قریش سے عفو ودرگذر فرما کر وہ مثال قائم کی ہے جسکی نظیر تاریخ عالم میں کہیں موجود نہیں انہیں لا تثریب علیکم الیوم فرمایا۔ اور ان تمام ظالموں کا انتقام عفو کر لیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت صحابہ کرام کی آپ سے بےنظیر محبت، قوموں کیلئے آپکا صلح وآشتی کا پیغام

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر وپبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: رحمت اللہ خان شاکر